ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر اعلیٰ

مجاہد الحسینی

وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِيَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ اے اللہ میرا دین درست کر دے، جو میرے کاموں کا محافظ ہے۔ اور درست کر دے میری دنیا، جس دنیا میں میری زندگانی ہے۔ اور درست کر دے میری آخرت جس کی طرف مجھ کو جانا ہے۔ اور ہر نیک کام میں میری زندگی کو زیادہ کر دے۔ اور موت کو میرے لئے ہر برائی سے راحت کا سبب بنا دے (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلْ: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى، وَالسَّدَادَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دعا مانگو "اللھم اہدنی و سددنی" اے اللہ ہدایت دے مجھ کو اور سیدھا کر مجھ کو، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، کہ اللھم انی اسالک الھدیٰ والسداد (معنی ایک ہی ہیں (مسلم)

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ وَ ضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے، کہ اے اللہ! میں تیرے ذریعہ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور سستی و کاہلی اور بزدلی، اور بڑھاپے اور بخل سے اور پناہ مانگتا ہوں۔ تیرے ذریعہ سے زندگی اور موت کے فتنہ سے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ وضلع الدین وغلبۃ الرجال یعنی قرض کی شدت اور لوگوں کے مجھ پر غلبہ کرنے سے (مسلم)

وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ: قُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِيْ، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ: وَفِيْ بَيْتِيْ"، وَرُوِيَ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَرُوِيَ كَبِيْرًا بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَبِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ، فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَهُمَا۔ فَيُقَالُ: كَثِيْرًا كَبِيْرًا

ترجمہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ مجھ کو ایسی دعا سکھا دیجئے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں۔ آپ نے فرمایا یہ کلمات پڑھا کرو۔ (ترجمہ) اے اللہ! میں نے اپنے آپ پر بہت ظلم کیا ہے۔ اور گناہوں کو تو صرف تو ہی بخش سکتا ہے۔ تو مجھے اپنے پاس سے مغفرت اور بخشش اور مجھ پر رحم کر بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔ (بخاری ومسلم) اور ایک روایت میں فی بیتی کے الفاظ موجود ہیں یعنی اپنے گھر میں اور ظلماً کثیراً ثا مثلثہ کے ساتھ، اور ظلماً کبیراً" بائے موحدہ کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ اور مناسب یہ ہے کہ دونوں کو جمع کر لیا جائے۔ اور کہا جائے ظلماً کثیراً کبیراً

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَ جَهْلِيْ، وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ جِدِّيْ وَهَزْلِيْ وَخَطَئِيْ وَعَمْدِيْ، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ کہ یہ ان کلمات سے دعا مانگا کرتے تھے (ترجمہ) اے اللہ بخش دے میری خطا کو اور میری نادانی کو، اور کاموں میں زیادتی کو اور اس گناہ کو جس کا علم مجھ سے زیادہ تجھ کو ہے۔ اے اللہ معاف فرما میری اس بات کو جو میں نے سنجیدگی میں کی۔ اور اس کو جو دل لگی میں کی۔ اور ان باتوں کو جو نادانستہ اور دانستہ کی ہوں۔ اور یہ تمام باتیں مجھ میں موجود ہوں۔ اے اللہ تو بخش دے میرے پہلے گناہوں کو اور پچھلے گناہوں کو مخفی گناہوں کو اور ظاہری گناہوں کو اور جن گناہوں کا مجھ سے زیادہ تجھ کو علم ہے۔ تو ہی مقدم ہے۔ اور تو ہی موخر ہے اور تو ہی چیز پر قادر ہے (بخاری ومسلم)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُعَائِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں یہ فرمایا کرتے تھے (ترجمہ) اکہ اے اللہ میں تیرے ذریعہ سے اس کام کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ جو میں نے کیا۔ اور اس کام کے شر سے جو میں نے نہیں کیا (مسلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۱۰ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ

۱۷ اپریل ۱۹۷۰ء

جلد ۱۵

شمارہ ۴۸

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

مجلسِ ادارت

یوسف عزیز مدنی

مجاہد الحسینی

محمد عثمان غنی

حنیف رضا

منظور سعید احمد

پاکستان میں خانہ جنگی کا خطرہ

امن دشمن سرگرمیوں کو کچل دیجئے

نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ بھاشانی صاحب نے گزشتہ دنوں اعلان کیا کہ وہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مظالم اور لوٹ کھسوٹ کا سدِ باب کرنے کے لئے ملک میں گوریلا جنگ کریں گے۔

اس کے جواب میں جماعت اسلامی کے سربراہ مودودی صاحب نے رضا کار تنظیم قائم کرنے کا اعلان کیا ہے جس کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ پاکستان میں سوشلزم قائم کرنے کے لئے جہاں گوریلا جنگ سر اٹھائے اُسے وہیں کچلنے کے لئے ہماری تنظیم کے رضا کار میدان کارزار میں آ جائیں گے۔

ان دو جماعتوں کے رہنماؤں کے علاوہ بعض دوسرے افراد نے بھی اسی بنیاد پر رضا کار بھرتی کرنے کا اعلان کیا ہے۔

پاکستان ان دنوں جس نازک قسم کے حالات سے گذر رہا ہے اس طرح کے حالات کبھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ صدر ایوب کی حکومت کے آخری دَور میں اگرچہ افراتفری اور خلفشار کی فضا پیدا ہو گئی تھی اور گھیراؤ، جلاؤ کے واقعات نے بعض بڑے شہروں اور کارخانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ لیکن پاکستان میں رونما ہونے والے واقعات اور نئی صورتِ حال کا گہری نگاہ سے مطالعہ کیا جائے اور نتائج و عواقب پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آئے گی کہ پاکستان جس طریقہ کے ساتھ خانہ جنگی، لوٹ مار اور غارت گری کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ جا رہا ہے۔ اس طرح کی منظم صورت پہلے کبھی نہ تھی اور خدا نخواستہ اگر رفتار ترقی بدستور جاری رہی تو صرف یہی نہیں کہ ملک کی بیش قیمت جائداد کو نقصان پہنچے گا، خون خرابہ ہو گا، لوٹ مار اور آتش زنی کے طوفان برپا ہوں گے۔ اور بہت سی قیمتی انسانی وجود خاک و خون میں تڑپائے جائیں گے بلکہ مملکتِ پاکستان کی سالمیت کو زبردست دھکّا لگنے کا اندیشہ بھی لاحق ہو جائیگا۔

گذشتہ دنوں سانگھڑ میں مسٹر بھٹو اور ان کی جماعت کے چند افراد کے ساتھ جو سانحہ پیش آیا وہ سب اسی سلسلہ کی گہری کڑیاں ہیں۔

این، اے، پی کے سربراہ بھاشانی صاحب کو اگر سرمایہ داروں کے خلاف گوریلا جنگ کی اجازت دے دی جائے اور اس تشدّد کا تشدّد سے سر کچلنے، لاٹھی کو لاٹھی سے توڑنے اور گولی کا گولی سے منہ توڑ جواب دینے کا طرزِ عمل اپنا لیا جائے تو یہ امن و سلامتی اور سکون و طمانیت کی فضا پیدا کرنے کی خوشگوار کوشش نہ ہوگی بلکہ یہ باہمی تصادم فتنہ و فساد اور قتل و غارت کے سنگین حالات پیدا کرنے کا موجب بنے گا۔ اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس طرح خانہ جنگی اور لوٹ مار کا لاوا ایک بار پھوٹ پڑا تو اس کی لپیٹ میں کون کون آئے گا اور اس کا سلسلہ کہاں جا کر دم توڑے گا

حالات کی سنگینی اور واقعات کی نزاکت کو دیکھ کر ہم اربابِ حکومت خصوصاً مارشل لاء حکّام سے ملک کے امن و سلامتی اور اس کی سالمیت کا واسطہ دے کر عرض کریں گے کہ خدا کے لئے ملک و ملّت کو بچانے کی فکر کریں اور اس طرح کی ملک دشمن گوریلا جنگوں اور رضا کار تنظیموں پر پابندی لگا دیجئے تاکہ "نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری" کے بمصداق کسی شخص کو بھی ملک کی پُر امن فضا مکدر کرنے کے مواقع ہی میسر نہ آ سکیں۔

مارشل لاء حکّام نے پاکستانی عوام کو تحریر و تقریر کی جو آزادی عطا کی ہے اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ ملک کے پُر امن شہریوں کی آزادی خطرہ میں ڈال دی جائے اور پاکستان کا وجود ہی ہمارے قبضہ سے آزاد ہو جائے۔ بھاشانی اور مودودی صاحبان کو

(باقی صلا پر ۱۶)

مجلسِ ذکر

اسلامی عدل و انصاف

حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم ـــــــ مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:-

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۙ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ۙ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ ۙ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ؕ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؕ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ؏

(الم نشرح ۱ تا ۸)

ترجمہ: کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔؟ اور کیا آپؐ سے آپؐ کا وہ بوجھ نہیں اتار دیا۔ جس نے آپؐ کی کمر جھکا دی تھی؟ اور ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا۔ پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے، بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ پس جب آپ (تبلیغ احکام سے) فارغ ہوں تو ریاضت کیجئے اور اپنے رب کی طرف دل لگائیے۔

بیوی بچوں کے ساتھ عدل و انصاف

میرے بڑے لڑکے عزیزی محمد اجمل سلّمہ کی پیدائش پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے "مولوی حبیب اللہ نے شادی نہیں کی، اُن سے بڑے ایک اور صاحبزادے حسن تھے۔ جو اوائل عمری ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخر زمانے کا واقعہ ہے کہ آپؒ نے دو قیمتی بکرے منگوائے اور انہیں ذبح کیا۔ فرمانے لگے اللہ تعالےٰ نے پہلا بچہ جو دیا تھا وہ ایک ماہ بعد ہی وفات پا گیا۔ اور چند ہفتوں بعد ہی اس کی والدہ کا بھی وصال ہو گیا۔ فرمانے لگے کہ اس وقت ہمارے پاس وسعت نہیں تھی کہ ہم عقیقہ کر سکتے، اب اللہ نے وسعت دی ہے تو اللہ تعالےٰ کے اُس انعام اور عطیّہ کا تشکّریہ ادا کرنے کے لئے یہ بکرے ذبح کئے ہیں۔ باوجود اس کے کہ اللہ نے اپنی امانت واپس بھی لے لی ہے لیکن مجھ پر اللہ کا شکر واجب ہے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ قرآن نے تعلیم دی ہے کہ ایک کے بعد دوسری بیوی جسے سوکن کہا جاتا ہے لانا چاہو تو معقول شرعی عذر بھی ہونا چاہئے لیکن سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ تم عدل و انصاف قائم کر سکو۔ فرمانے لگے کہ میری سفید داڑھی ہے، پچھتر سال گذر گئے، مَیں نے آج تک دوسری شادی کے بعد پہلے بچوں اور پہلی بیوی کے ساتھ انصاف ہوتے نہیں پایا۔ اللہ اور رسولؐ نے آپ کو ایک حکم دیا اُس پر عمل کرنے کے لئے آپ کو بہت زیادہ حقوق سکھلا دیئے، عدل و انصاف ہو، زیادتی نہ ہونے پائے۔ لیکن ایک اللہ کا بندہ اُس ضابطے کو نظر انداز کرتا ہے اور الزام مُلّا اور قرآن پر دھرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بھی کسی انسان کی الٹی کھوپڑی ہو سکتی ہے؟

حضرت تھانویؒ کا عدل و انصاف

اب یہاں سے ایک بات نکلتی ہے ـــ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ بات یہاں فرمائی تو کسی خاتون نے میری والدہ کو قصّہ جا سنایا ـــ میری والدہ کے پاس پیرانی صاحبہ بیٹھی ہوئی تھیں ـــ حضرت تھانویؒ کی اہلیہ ـــ حضرت تھانویؒ کے معتقدین ان کی اہلیہ محترمہ کو "پیرانی صاحبہ" کہتے ہیں۔

بہر حال پیرانی صاحبہ سے ہماری والدہ کو پتہ چلا اور انہوں نے حضرتؒ کو بھی بتایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ عدل و انصاف کی انتہائی پابندی اس حد تک کرتے تھے کہ کبھی تول کر دیتے، چینی تول کر دیتے، کپڑے جیسے ایک کے ویسے دوسری کے ـــ حتیٰ کہ انہوں نے کہا کہ اگر اللہ نے کبھی ایک جوڑا بھجوا دیا تو انہوں نے کبھی یہ نہیں کیا کہ ایک کو جوڑا دیا اور دوسری کو نہ دیا۔ لیکن اُس جوڑے کی بھی تقسیم انصاف سے کرتے۔ یہ نہیں کہ ایک کو قمیض دے دی اور دوسری کو پاجامہ ـــ نہیں ـــ بلکہ قمیص کے بھی دو ٹکڑے اور پاجامے کے بھی دو ٹکڑے کر دیتے، دوپٹے کے بھی دو ٹکڑے کر ڈالتے تھے اور دونوں کو برابر برابر دے دیتے۔ میری والدہ نے پوچھا۔ کہ "پھر وہ کپڑے کس کام آئے؟ قمیص بھی گئی، پاجامہ بھی گیا اور دوپٹہ بھی گیا" انہوں نے کہا "یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن ہمارے دلوں میں شیطان یہ وسوسہ نہیں ڈال سکتا تھا کہ قمیص اچھی تھی دوسری کو دے دی، یا دوپٹہ اچھا تھا دوسری کو دے دیا۔ جو آتا ہمارا برابر برابر کا حصّہ ہوتا اور ہمارے سامنے تقسیم ہوتا تھا۔

عدلِ جہانگیری

مسلمان کتنا بھی عیب و قصور کیوں نہ کرتا ہو لیکن عدل و انصاف کا وصف اس میں نمایاں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جہانگیر تھا۔ اس سے پہلے اس کے بعد حکمرانوں نے داڑھیاں رکھیں، نماز کے پابند تھے۔ مشہور ہے اس کا باپ جلال الدین محمد اکبر صوفیاء اہل اللہ کا قدردان تھا۔ اُس کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے اولاد نہیں تھی۔ اکبر سلطان سلیم الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں پا پیادہ پہنچا اور دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے دعا سے پہلے اکبر پر کچھ پابندیاں لگائیں۔ ایک تو انہوں نے کہا کہ اس بچے کا نام میرے نام پر "سلیم" رکھنا۔ دوسرے وہ میری

(باقی صـ۱۶ـ پر)

مجاہد الحسینی

مولانا سید اسعد مدنی کے ساتھ چند روز

ایک سفر نامہ —— ایک تاریخی سرگزشت

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب صاحب پاکستان تشریف لائے تو ایک شخص نے دریافت کیا:-

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد دارالعلوم اور حضرت شیخ مدنی رح کے بڑے فرزند مولانا سید اسعد مدنی کا حال کیا ہے ؟

علامہ قاری محمد طیب نے پروقار لہجہ میں جواب دیا۔ اللہ کا شکر ہے دارالعلوم کا سرچشمۂ علوم و معارف اپنے روایتی انداز میں جاری و ساری ہے۔ اور دنیائے اسلام کا علمی مرکز و محور ہونے کی حیثیت سے علی حالہ قائم و دائم ہے جہاں تک مولانا سید اسعد مدنی کی ذات گرامی کا تعلق ہے۔ بمبئی میں ان کے والہانہ اور پرجوش استقبال کی ایک جھلک دیکھی ہے۔ وہی حضرۃ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا سا انداز، وہی عقیدت و محبت کے مظاہرے، شائقین و جاں نثاروں کا وہی بے پناہ ہجوم، صرف نام کا فرق دکھائی دیتا ہے۔ باقی تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ نے وہی برکات و فیوض عطا فرمائے ہیں۔ جو حضرت مدنی رح کی ذات اقدس کے لیے مختص تھے، وہی مجاہدہ و ریاضت وہی جفاکشی اور اور وہی معاملہ فہمی، وہی خلوص و دیانت اور وہی للّٰہیت کے مناظر دیکھنے میں آ رہے ہیں خداوندتعالیٰ کی شان کریمی ہے وہ اپنے جس بندے کو عزت و عظمت عطا کرنے کا ارادہ فرمالیں اور جس کا نام روشن کرنے کا فیصلہ کرلیں۔ اس میں دنیا کی کوئی طاقت رخنہ انداز نہیں ہوسکتی۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

حضرت علامہ قاری محمد طیب اور دوسرے بزرگوں کی زبانِ فیض سے شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ کے لائق صد افتخار حالات سُنتے۔ اسلام اور مسلمانوں کی شوکت و عظمت کے سلسلہ میں ان کی قلبی کیفیات کی جھلک کبھی کبھار اخباروں کے جھروکے سے دیکھنے میں آتی تو شوقِ زیارت و ملاقات میں ایک ہیجان پیدا ہوجاتا۔ گزشتہ سال اپنے معمولات کے مطابق لاہور آیا تو ایک دوست نے ٹیلیفون پر یہ مسرت انگیز اور روح افزا خبر سنائی کہ مولانا سید اسعد مدنی صاحب حج بیت اللہ سے واپسی پر پاکستان میں تشریف لا رہے ہیں۔ اور کراچی سے پشاور جاتے ہوئے لمحہ بھر کے لیے لاہور کے ہوائی اڈہ پر بھی قیام فرمائیں گے۔

پاکستان کے دینی حلقوں، مذہبی تنظیموں اور اسلامی درسگاہوں میں دیوبند سے متعلق کسی شخصیت کی آمد کا جو خیر مقدم ہوسکتا ہے — محتاجِ بیان نہیں۔ کیونکہ پاکستان کے مشائخ دیوبند میں سے بلند پایہ شخصیات حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی رحمہما اللہ کے سانحۂ ارتحال کے بعد "دور تک کوئی جگنو ہے نہ ستارا باقی" کی گھٹا ٹوپ تاریکیاں چھا گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس لیے کسی کے عالم میں دیوبند سے جب بھی کوئی عظیم شخصیت پاکستان میں قدم رنجاں ہوتی ہے تو یہاں کی علمی و روحانی کشتِ ویراں میں تر و تازگی آجاتی ہے۔ اور دلوں کے گلشن خزاں رسیدہ میں ایک مہک آفریں بہار پیدا ہوجاتی ہے خاندان نانوتوی کے نامور فرزند اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم علامہ قاری محمد طیب تشریف لائے۔ تو علم و فضل کی تابناکیوں سے سرزمین پاکستان جگمگا اٹھی۔ خانقاہ رائے پور کے سجادہ نشین شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے شرف بخشا تو قلب و نظر کے ظلمت کدے منور ہوگئے۔ پیکرِ تبلیغ و دعوت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ جلیل مولانا محمد یوسف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی صحیح دعوت و تبلیغ کے لیے پکارا تو ہر طرف سے لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہوگئیں۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کی تشریف آوری ہوئی تو مشتاقانِ زیارت کے لیے سکون و راحت کا سامان فراہم ہوا۔

ان بزرگوں کی تشریف آوری ہمیشہ فکری جلا قلبی تطہیر اور رُوحانی بالیدگی کا موجب بنی۔ اور اِن دینی پیشواؤں اور مرشدینِ طریقت نے عقیدت مندوں کے لیے تزکیۂ نفس کے خوب خوب مواقع مہیا کیئے۔

مولانا اسعد مدنی کی آمد

ایک روز جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور ابھی دفتر خدام الدین میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ جامعہ مدنیہ سے اطلاع ملی کہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رح کے فرزند ارجمند حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب مدظلہٗ حج بیت اللہ سے واپسی پر براہ قاہرہ، کویت پاکستان میں بھی تشریف لا رہے ہیں اور نئے پروگرام کے مطابق ۱۶ مارچ کو کراچی پہنچیں

آپ حسب پروگرام ۱۶ مارچ کو پانچ بجے شام پاکستان تشریف لے آئے اور کراچی میں پاکستان کے ممتاز و نامور عالم دین، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ العالی کے دارالعلوم نیوٹاؤن میں قیام فرمایا۔ مولانا سید اسعد مدنی کے استقبال کے لیے جامعہ فرقانیہ راولپنڈی کے مدرس اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور خادم مولانا محمد عثمان صاحب اور اجمل باغ صادق آباد کی ممتاز شخصیت سردار امیر عالم خاں لغاری صاحب پہلے سے ہی کراچی پہنچ چکے تھے۔

مولانا سید اسعد مدنی نے کراچی میں قیام کے دوران حضرت مدنی کے رفیق کار اور تحریک خلافت کے ممتاز رہنما مولانا محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ مظہرالعلوم واقع مقام کھڈہ کا بھی معائنہ کیا۔ تو مشہور مقدمہ کراچی تھیوسوفیکل ہال کی یاد تازہ ہوگئی۔ مولانا اسعد مدنی نے مقدمۂ کراچی کے بعض تاریخی پہلو نمایاں کئے اور مولانا محمد علی جوہر نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا جس انداز میں اعتراف کیا تھا۔ اسے تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔

مولانا محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور جمعیۃ علماء اسلام کراچی کے ممتاز رہنما مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب نے آپ کا پرجوش خیرمقدم کیا۔ اور آپکے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ اس اثناءمیں مولانا سید اسعد مدنی، مدرسہ انوارالعلوم فیڈرل ایریا کے مہتمم مولانا محمد زکریا صاحب کے ہاں بھی تشریف لے گئے

(باقی ص۶ پر)

جدید مسائل

یوسف عزیز مدنی

س : آپ نے خدام الدین کے ایک گذشتہ شمارہ میں "دو اصطلاحیں" کے عنوان سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے "اسلامی جمہوریت" اور "اسلامی سوشلزم" کی جس انداز میں وضاحت اور مخالفت کی ہے موجب اطمینان ہے اور ہمارے دلوں میں جو شکوک و شبہات پیدا ہو رہے تھے آپ نے انہیں رفع کرنے کا حق ادا کیا ہے۔

ان دنوں ایسی ہی ایک اور اصطلاح استعمال کی جا رہی ہے "اسلام پسند" اور "اسلام پرست"۔ ان کی بابت بھی آپ وضاحت فرمائیں کیونکہ اس سے قبل اس قسم کی اصطلاحیں نہ تو استعمال میں آئی تھیں اور نہ ہی اپنے بزرگوں کی زبان سے کبھی ایسے جملے سنے تھے۔

(عبدالرؤف کشمیری بازار لاہور)

ج - اسلام کی اصطلاحات بڑی جامع اور واضح ہیں۔ جو لوگ اسلامی عقائد و نظریات کو تسلیم کرتے اور دل کی گہرائیوں میں ان پر مکمل یقین و ایمان رکھتے ہیں انہیں مسلم، مسلمان اور مومن کہا جاتا ہے۔ لیکن جو لوگ اسلامی عقائد و نظریات کو تسلیم نہیں کرتے ہیں اور ان پر یقین و ایمان نہیں رکھتے انہیں کافر اور منکر کہا جاتا ہے۔ اسلام اور کفر کے درمیان منافق کا درجہ ہے یعنی ایسے لوگ جو مسلمانوں سے ملتے وقت اسلام کا نام لیں اور کفار سے ملتے وقت اسلام کی مخالفت کرتے ہوئے کفر کی حمایت کریں۔ ایسے گروہ کے لئے قرآن مجید میں منافق کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ اور جو لوگ اسلام پر تو یقین رکھیں لیکن اس کی تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہوں ان کے لئے فاسق و فاجر کی اصطلاحیں ہیں۔

جہاں تک اسلام پسند اور اسلام پرست کی اصطلاحوں کا تعلق ہے خود اسلام پسند کی اصطلاح گھڑنے والوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے چند روز سے اسلام پرست کی اصطلاح وضع کر لی ہے۔

اسلام پسند کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام کو صرف پسند کرتے ہیں اسے مکمل طور پر قبول نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو اگر اسلام کے ساتھ واقعی محبت اور عقیدت ہے تو مسلمان یا مسلم ہونے کا فخریہ اظہار کیوں نہیں کرتے۔ اسلام کی حقیقی اور خدا و رسولؐ کی پسندیدہ اصطلاحوں کو استعمال کرنے میں کیا حجاب مانع ہے۔

ہم خداوند قدوس پر ایمان لانے والوں کو خدا پرست کہتے ہیں اور جو منکرینِ خدا بتوں کی پوجا کرتے ہیں انہیں بت پرست کہا جاتا ہے۔ یہ اسلام پرست کی اصطلاح نامعلوم کہاں سے آ گئی۔

متحدہ ہندوستان میں جماعتِ اسلامی کے امیر جناب مودودی صاحب نے اصلی اور نسلی مسلمانوں کی اصطلاحیں وضع کی تھیں اور انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ نسلی مسلمانوں کو اصلی مسلمان سمجھ لینا سب سے بڑی غلطی ہے وہ متحدہ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کو اصلی مسلمان ہی نہیں سمجھتے تھے اور مودودی صاحب سمیت وہی پانچ چھ آدمی اصلی مسلمان قرار دئے گئے تھے جنہوں نے دارالاسلام پٹھانکوٹ میں نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر جماعت اسلامی میں شرکت اختیار کرنے کا اعلان کیا تھا۔

ان دنوں اسی حلقہ سے اسلام پسند اور اسلام پرست کی نئی اصطلاحیں سننے میں آ رہی ہیں۔ اسی حلقہ نے اسلامی جمہوریت کی اصطلاح وضع کی اور دیکھا دیکھی اسلامی سوشلزم کی پیوند کاری ہو گئی۔

دینِ اسلام کے صحیح نظریات پیش کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے اسلاف کا اسوۂ حسنہ پیشِ نگاہ رکھا کریں اور اپنے غلط طرزِ عمل اور بدعت آمیز فکر و نظر سے اسلام کے صاف و شفاف آئینہ کو گدلا کرنے کی جسارت نہ کیا کریں۔

بقیہ : مولانا سید اسعد مدنی

مولانا محمد زکریا صاحب بھی دیوبند میں مولانا محمد عثمان کی طرح حضرت شیخ مدنیؒ کے گھریلو خادم کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے ہیں۔

۱۷ر مارچ کو دوسرے روز مولانا سید اسعد مدنی کے اعزاز میں افریقی اور عرب طلباء نے ناشتہ کی دعوت کا اہتمام کیا۔ اس میں دارالعلوم نیوٹاؤن کے طلباء اور اساتذہ نے بھی شرکت کی۔ دوپہر کا کھانا جناب محمد سعید صاحب دہلی کالونی والوں کے ہاں تھا، اور شام کو دارالعلوم نیوٹاؤن کے اساتذہ کرام نے عشائیہ کا اہتمام کیا۔ ۱۸ر مارچ کو خطیب جامع مسجد سٹی ریلوے اسٹیشن حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب کے ہاں دوپہر کے کھانے کی دعوت تھی۔

کراچی میں قیام کے دوران شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے تلامذہ، آپ کے ارادت مندوں، مریدوں اور مختلف دینی مدارس کے اساتذہ و تلامذہ، اسلامی اخوت کا جذبۂ صادق رکھنے والے مختلف لوگوں نے مولانا سید اسعد مدنی سے ملاقات کی۔ مولانا سید اسعد مدنی ہر شخص سے سنتِ نبوی کے مطابق پوری گرمجوشی اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے۔ اور ہر ایک سے یہی دعائیہ جملے کہتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔

مولانا سید اسعد مدنی ۱۸ر مارچ بروز بدھ شام کو خیبر میل کے ذریعہ جناب سردار امیر عالم خاں لغاری کی رہائش گاہ جانے کے لئے صادق آباد روانہ ہو گئے۔

خطبہ جمعہ

قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ :
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ : بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ٥ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ٥ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ٥

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو کوثر دی۔ پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔ بے شک آپؐ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک انعام کا ذکر فرمایا ہے اور اس انعام کے تقاضے بھی بیان کر دئے ہیں تاکہ اس کے آرزومند ان تقاضوں کو پورا کر کے اس نعمت سے بہرہ ور ہو سکیں۔

اللہ جل شانہٗ نے سرورِ کائنات علیہ السلام کو آخری پیغمبر بنا کر مبعوث کیا۔ اس لئے جو بھی انعام آپؐ کو دیا گیا اسے ہر طرح سے کامل و مکمل عطا کیا۔ چنانچہ یہی حال آپؐ کے معجزات کا ہے کہ وہ بھی آپؐ کی نبوت و رسالت کی طرح بے نظیر و بے مثال ہیں۔ آپؐ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے۔ یہ وہ ضابطۂ حیات ہے جو سرورِ کائنات کے ذریعہ اس کائنات میں بسنے والے انسانوں کے سامنے پیش کیا گیا کہ اگر وہ اس جہاں کی حقیقی لذتوں سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں تو اس ضابطۂ حیات کے اصول و قواعد کے مطابق اپنی زندگی کی تعمیر کریں۔ کیونکہ جس خالق نے انسان اور کائنات کو بنایا وہی اس کے حالات اور تقاضوں سے واقف ہے۔ پس اسی کے قوانین پر عمل پیرا ہو کر اس سے فائدہ اٹھایا جانا ممکن ہے۔

قرآنِ کریم انسانی زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی کرتا ہے کیونکہ یہ آخری کتاب ہے۔ اس لئے یہ ہر دور، ہر حالت اور ہر قدم پر رہنمائی کے اصول مہیا کرتا ہے، اس کے اصول ازلی و ابدی ہیں۔ ان میں ترمیم و تنسیخ کی گنجائش ہی نہیں۔ اسی وجہ سے اسے الکتاب کہا گیا ہے یعنی کامل کتاب ہے اور ارشادِ باری ہے فِیْہِ ھُدًی لِّلنَّاس۔ قرآن کریم میں تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی چاہیں تو اس کتاب سے لے سکتے ہیں یہ ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔

حضرت آدمؑ سے نسلِ انسانی کی ابتدا ہوئی۔ اور سب سے پہلے ہادی و مرشد بھی آپ ہی تھے۔ اور پھر انسانوں کی رہنمائی کے لئے ہر دور میں پیغمبر آتے رہے۔ وہ انہیں تعلیماتِ الٰہیہ کا درس دیتے رہے اور بتاتے رہے کہ تمام مصائب و آلام انسان کے غلط راہ پر چلنے سے آتے ہیں۔ جب بھی انسان خدا اور رسول سے ہٹ کر خواہشات کی پیروی کو اختیار کر لیتا ہے، کمزوروں کے حقوق کو پامال کرتا ہے، ناداروں پر ظلم و ستم ڈھاتا ہے، اپنی ہوسِ اقتدار میں دوسروں کے خون سے ہولی کھیلتا ہے تو نظامِ عالم میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا اور رسولؐ سے ہٹ کر نفس اور شیطان کی راہ پر چلنا شروع کر دیتا ہے جو اس نظام کو درہم برہم کرنے میں پیہم کوشاں ہیں۔

جب بھی کسی انسان نے پیغمبروں کی تعلیم سے روگردانی کی ـــــ وہ اخلاقِ حسنہ، ہمدردی، انسانیت اور شرافت سے بالکل خالی ہو گیا۔ تاریخ شاہد ہے۔ ہٹلر نے اپنے ہی ہم مذہب اور ہم نسل یورپین اقوام پر آگ برسائی اور انہیں موت کی نیند سلا دیا۔ آئزن ہاور اور جانسن نے بے گناہ نسلِ انسانی کا قتلِ عام کیا۔ معصوم بچوں اور ناتواں عورتوں پر نیپام بم برسائے اور اس طرح اپنی ہوسِ اقتدار کو سکون مہیا کرنے کی کوشش کی۔

یہی حالت جب پہلے پیغمبروں کے زمانہ میں پیدا ہوئی اور ان کی تعلیم کی پرواہ نہ کی جاتی تو عذابِ الٰہی کہیں سیلاب کی شکل میں نمودار ہوتا۔ کہیں آندھی ان کے نام و نشان کو مٹاتی۔ کہیں پتھر بارش کی صورت میں ان پر برستے۔ غرضیکہ وہ قہرِ خداوندی کا نشانہ بنتے اور اس طرح سے اپنے انجام بد کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔ اسی طرح جب خدا کے آخری پیغمبرؐ اس دنیا میں تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا کہ انسانوں کی فلاح و بہبود خدائی تعلیم کی پیروی کرنے ہی میں مضمر ہے۔ اگر اس سے پہلوتہی کی گئی تو مصائب و آلام آئیں گے۔ اسلام عدل و انصاف کا سبق دیتا ہے اور مسلمان اس کا جیتا جاگتا نمونہ ہوتا ہے۔ اگر اس کو چھوڑ کر کوئی دوسری راہ اختیار کی گئی تو پہلی قوموں کی طرح یہ قوم بھی تباہ و برباد ہو جائے گی۔ چنانچہ قرآن کریم نے مختلف جگہوں پر ایسی قوموں کے واقعات و حالات بیان کئے ہیں تاکہ آئندہ نسلیں ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں اور اپنی اصلاح کر لیں۔ تذکیر باایام اللہ قرآن کریم کا ایک مستقل باب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تذکیر بآلاءِ اللہ بھی کی گئی ہے۔

جہاں پہلے لوگوں کی نافرمانیوں کا ذکر ہے اور ان کے انجام کا حال بیان کیا ہے وہاں ان لوگوں کے حالات بھی بتائے گئے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کو اپنایا۔ اس پر عمل پیرا ہوئے۔ اور انعاماتِ خداوندی سے بہرہ ور ہوئے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کے صحابہؓ کا ذکر موجود

ہے کہ انہوں نے کیسے آڑے وقت میں اپنے پیغمبروں کا ساتھ دیا اور تعلیماتِ الٰہیہ کو سینے سے لگائے رکھا اور پھر اللہ جل شانہٗ نے انہیں کس قدر انعامات و کرامات سے نوازا۔

لیکن بعض بدقسمت اور بدبخت وہ بھی تھے جنہوں نے نہ صرف انبیاء کی تعلیم سے رُوگردانی کی بلکہ انبیاءؑ کی مخالفت کی چنانچہ ایسے پیغمبر بھی گذرے ہیں جن کا ایک بھی ماننے والا نہیں تھا بعض انبیا کی اولاد نے کہا نہ مانا اور اپنی عاقبت برباد کی۔ اسی وجہ سے اللہ جل شانہٗ نے بعض قوموں کے بارے میں فرمایا۔ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ۔ وہ ایک اندھی قوم تھے۔ جس طرح نابینا اپنی راہ متعین نہیں کر سکتا۔ اسی طرح وہ لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے راہِ حق کو پہچاننے کی کوشش ہی نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ اس سورۂ کوثر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے آپؐ کو کوثر عطا کر دیا اس کوثر کے مستحق وہی لوگ ہوں گے جو آپؐ کے مشن کی خاطر تن من دھن سب کچھ قربان کرنے میں دریغ نہیں کریں گے۔ جو ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح آپ کے ارشادات کی پیروی کریں گے۔

چنانچہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صدیق اکبرؓ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ میں نے ہر انسان کے احسان کا بدلہ چکا دیا سوائے ابوبکر صدیقؓ کے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد آئمہ عظام اور اولیاء کرام نے آپؐ کی تعلیمات کو رائج کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں۔ اس طرح یہ دین ہم تک پہنچا۔

آج تمام دنیا بے چینی میں مبتلا ہے۔ سکون اطمینان عنقا ہے۔ ہمدردی و انسانیت غائب ہو چکی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دی ہوئی تعلیم پر خود عمل پیرا ہوں اور دوسرے لوگوں کو اس سے روشناس کرائیں۔

بقیہ: توبہ سے گناہوں کی معافی

عبادت گذار کچھ بندے رہتے ہیں تو بھی وہیں جا پڑ اور ان کے ساتھ عبادت میں لگ جا۔ (اُس بستی پر خدا کی رحمت برستی ہے) اور پھر وہاں سے کبھی اپنی بستی میں واپس نہ آ، وہ بڑی خراب بستی ہے۔ چنانچہ وہ اس دوسری بستی کی طرف چل پڑا۔ یہاں تک کہ جب آدھا راستہ اُس نے طے کر لیا تو اچانک اُس کو موت آ گئی۔ اب اس کے بارے میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں نزاع ہوا رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ توبہ کر کے آیا ہے اور اس نے صدقِ دل سے اپنا رُخ اللہ کی طرف کر دیا ہے (اس لئے یہ رحمت کا مستحق ہو چکا ہے) اور عذاب کے فرشتوں نے نے کہا کہ اس نے کبھی بھی کوئی نیک عمل نہیں کیا ہے (اور یہ سو خون کر کے آیا ہے۔ اس لئے یہ سخت عذاب کا مستحق ہے) اُس وقت ایک فرشتہ (اللہ کے حکم سے) آدمی کی شکل میں آیا۔ فرشتوں کے دونوں گروہوں نے اس کو حکم مان لیا۔ اس نے فیصلہ دیا کہ دونوں بستیوں تک کے فاصلے کی پیمائش کر لی جائے (یعنی شر و فساد اور خدا کے عذاب والی وہ بستی جس سے وہ چلا تھا اور اللہ کے عبادت گذار بندوں والی وہ قابلِ رحمت بستی جس کی طرف وہ جا رہا تھا) پھر جس بستی سے وہ نسبتاً قریب ہو اُس کو اسی کا مان لیا جائے۔ چنانچہ پیمائش کی گئی تو وہ نسبتاً اسی بستی کے قریب پایا گیا جس کے ارادہ سے وہ چلا تھا تو رحمت کے فرشتوں نے اس کو اپنے حساب میں لے لیا

تشریح یہ حدیث دراصل صرف ایک جزئی واقعہ کا بیان نہیں ہے بلکہ اس پیرایہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی وسعت اور اس کے کمال کو بیان فرمایا ہے اور اس کی روح اور اس کا خاص پیغام یہی ہے کہ بڑے سے بڑا گنہگار اور پاپی بھی اگر سچے دل سے اللہ کے حضور میں توبہ اور آئندہ کے لئے فرمانبرداری والی زندگی اختیار کرنے کا ارادہ کر لے تو وہ بھی بخش دیا جائے گا اور ارحم الراحمین کی رحمت بڑھ کر اس کو اپنے آغوش میں لے لے گی اگرچہ اس توبہ و انابت کے بعد وہ فوراً ہی دنیا سے اٹھا لیا جاتے اور اُسے کوئی نیک عمل کرنے کا موقع بھی نہ ملے اور اس کا اعمال نامہ اعمالِ صالحہ سے بالکل خالی ہو۔

ایک عملی اشکال اس حدیث کے مضمون پر ایک عملی اور اصولی اشکال بھی کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ "ناحق قتل" ان گناہوں میں سے ہے جن کا تعلق صرف "حق اللہ" ہی سے نہیں بلکہ حق العباد (بندوں کے حق) سے بھی ہے جس مجرم قاتل نے کسی بندہ کو ناحق قتل کیا اُس نے اللہ کی نافرمانی کے علاوہ اس مقتول بندہ پر اور اس کے بیوی بچوں پر بھی ظلم کیا اور مسلمہ اصول یہ ہے کہ اس طرح کے مظالم صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ ان کے لئے مظلوم بندوں سے معاملہ صاف کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ شارحین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بے شک اصول اور قانون یہی ہے لیکن مظلوموں کے حق کی ادائیگی اور ان سے معاملہ صاف کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ آخرت میں ان پر ظلم کرنے والے اور پھر اس ظلم سے سچی اور گہری توبہ کرنے والے بندوں کی طرف سے ان کے مظلوموں کو اپنے خزانۂ رحمت سے دے کر راضی کر دے اس حدیث میں سو خون کرنے والے جس تائب بندہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس معاملہ میں اللہ تعالےٰ یہی کرے گا اور اس کی طرف سے اس کے مقتولوں اور سب مظلوموں کو اپنے خزانۂ رحمت سے اتنا دے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے۔ اور یہ سو خون کرنے والا تائب بندہ اللہ کی رحمت سے سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔"

(الفرقان ۔ لکھنؤ)

★

توبہ سے بڑے بڑے گناہوں کی معافی

حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم۔ اے (عربی، علوم اسلامیہ۔ اردو)

قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کی رحمت بے حد وسیع ہے اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ توبہ کرنے اور معافی مانگنے پر بڑے سے بڑا گناہ معاف فرما دیتا ہے اور بڑے سے بڑے پاپیوں اور گنہگاروں کو بخش دیتا ہے اگرچہ اس میں قہر و جلال کی صفت بھی ہے اور یہ صفت بھی اس کی شان عالی کے مطابق بدرجہ کمال ہے۔ لیکن وہ انہی مجرموں کے لئے ہے جو جرائم اور گناہ کرنے کے بعد بھی توبہ کر کے اس کی طرف متوجہ نہ ہوں اور اس سے معافی اور بخشش نہ مانگیں۔ بلکہ اپنے مجرمانہ رویّہ ہی پر قائم رہیں اور اسی حال میں دنیا سے چلے جائیں۔

قرآن مجید میں حق تعالےٰ نے ایک مقام پر فرمایا ہے نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ۝ (سورہ حجر آیت ۴۹-۵۰) خبر سنا دے میرے بندوں کو کہ میں ہوں اصل بخشنے والا مہربان اور یہ بھی کہ میرا عذاب وہی عذاب دردناک ہے۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "ان آیات سے پہلے مجرمین اور متقین کا الگ الگ انجام بیان فرما کر یہاں تنبیہ کی ہے کہ ہر ایک صورت میں حق تعالےٰ کی کسی نہ کسی صفت و شان کا ظہور ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالےٰ اصل سے اپنی تمام مخلوق پر بخشش اور مہربانی کرنا چاہتا ہے اور حقیقت میں اصل مہربانی اُسی کی ہے، تمام دنیا کی مہربانیاں اس کی مہربانی کا پرتو ہیں۔ لیکن جو شخص خود شرارت و بدکاری سے مہربانی کے دروازے اپنے اوپر بند کر لے تو پھر اس کی سزا بھی ایسی سنت ہے جس کے روکنے کی کوئی تدبیر نہیں حضرت سعدیؒ نے خوب فرمایا ہے

بتہدید گر برکشد تیغ حکم
بمانند کرّو بیاں صم و بکم
وگر در دہد یک صلائے کرم
عزازیل گوید نصیبے برم

(اگر ڈانٹ کے ساتھ حکم کی تلوار کھینچیں تو جہان پر سکوت طاری ہو جائے۔ اگر بخشش کی ایک آواز دیں تو شیطان کہتا ہے اس میں میرا بھی حصہ ہے) بندوں کو چاہیے نہ دلیر ہوں نہ آس توڑیں۔"

سو آدمیوں کا قاتل سچّی توبہ سے بخشا گیا

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ فِیْمَنْ قَبْلَکُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ نَفْسًا، فَسَاَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَھْلِ الْاَرْضِ فَدُلَّ عَلٰی رَاھِبٍ فَاَتَاہُ فَقَالَ اِنَّہٗ قَتَلَ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ نَفْسًا فَھَلْ لَّہٗ مِنْ تَوْبَۃٍ، فَقَالَ لَا، فَقَتَلَہٗ فَکَمَّلَ بِہٖ مِائَۃً، ثُمَّ سَاَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَھْلِ الْاَرْضِ فَدُلَّ عَلٰی رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ اِنَّہٗ قَتَلَ مِائَۃَ نَفْسٍ فَھَلْ لَّہٗ مِنْ تَوْبَۃٍ؟ فَقَالَ نَعَمْ وَمَنْ یَّحُوْلُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ التَّوْبَۃِ؟ اِنْطَلِقْ اِلٰی اَرْضِ کَذَا وَکَذَا فَاِنَّ بِھَا اُنَاسًا یَّعْبُدُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی فَاعْبُدِ اللّٰہَ تَعَالٰی مَعَھُمْ وَلَا تَرْجِعْ اِلٰی اَرْضِکَ فَاِنَّھَا اَرْضُ سُوْٓءٍ، فَانْطَلَقَ حَتّٰی اِذَا نَصَفَ الطَّرِیْقَ اَتَاہُ الْمَوْتُ فَاخْتَصَمَتْ فِیْہِ مَلٰٓئِکَۃُ الرَّحْمَۃِ وَمَلٰٓئِکَۃُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلٰٓئِکَۃُ الرَّحْمَۃِ جَآءَ تَآئِبًا مُّقْبِلًا بِقَلْبِہٖ اِلَی اللّٰہِ، وَقَالَتْ مَلٰٓئِکَۃُ الْعَذَابِ اِنَّہٗ لَمْ یَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ، فَاَتَاھُمْ مَلَکٌ فِیْ صُوْرَۃِ اٰدَمِیٍّ فَجَعَلُوْہُ بَیْنَھُمْ، فَقَالَ قِیْسُوْا مَا بَیْنَ الْاَرْضَیْنِ فَاِلٰٓی اَیَّتِھِمَا کَانَ اَدْنٰی فَھُوَ لَہٗ، فَقَاسُوْہُ فَوَجَدُوْہُ اَدْنٰٓی اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْٓ اَرَادَ فَقَبَضَتْہُ مَلٰٓئِکَۃُ الرَّحْمَۃِ۔ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تم سے پہلی کسی امت میں ایک آدمی تھا جس نے اللہ کے ننانوے بندے قتل کئے تھے۔ (پھر ایک وقت اس کے دل میں ندامت اور اپنے انجام اور آخرت کی فکر پیدا ہوئی) تو اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اس علاقہ میں سب سے بڑا عالم کون ہے تاکہ اس سے جا کر پوچھے کہ بخشش کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ تو لوگوں نے اس کو ایک راہب (کسی بزرگ درویش) کے بارے میں بتایا چنانچہ وہ ان کے پاس آیا اور اُن سے عرض کیا کہ میں (ایسا بدبخت ہوں) جس نے ننانوے خون کئے ہیں۔ تو کیا ایسے آدمی کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ (اور وہ بخشا جا سکتا ہے؟) اس راہب بزرگ نے کہا "بالکل نہیں"۔ تو ننانوے آدمیوں کے اس قاتل نے اس بزرگ راہب کو بھی قتل کر ڈالا اور سَو کی گنتی پوری کر دی (لیکن پھر اس کے دل میں وہی خلش اور فکر پیدا ہوئی) اور پھر اُس نے کچھ لوگوں سے کسی بہت بڑے عالم کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے اس کو کسی بزرگ عالم کا پتہ بتا دیا۔ وہ ان کے پاس بھی پہنچا اور کہا کہ میں نے سَو خون کئے ہیں تو کیا ایسے مجرم کی توبہ قبول ہو سکتی ہے اور وہ بخشا جا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا "ہاں" (ایسے کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے) اور کون ہے جو اس کے اور توبہ کے درمیان حائل ہو سکے (یعنی کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کی توبہ کو قبول ہونے سے روک دے۔ پھر انہوں نے کہا۔ میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ) تو فلاں بستی میں چلا جا، وہاں اللہ کے

(باقی صـــ پر)

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی تعلیمات سے لاکھوں ہندو راجے، مہاراجے مسلمان ہوئے

آپ نے تصوف کے چشمہ صافی کو راہبانہ گمراہیوں سے پاک کیا

۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ کو یہ آفتاب شریعت و طریقت سرزمین سرہند میں غروب ہوگیا

ملک غلام حیدر بہاولپور

وہ شخصیت جس نے برصغیر پاک و ہند کو روشن کردیا۔ یہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی تھے۔ جنکے متعلق علامہ اقبال نے فرمایا:۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

ولادت وخاندان

عہد اکبری میں سرہند کے علاقہ میں حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد فاروقی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے تھے۔ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ بروز جمعہ کو آپ کی چوتھی اولاد سے حضرت امام ربانیؒ کا پاک وجود اس عالم میں ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا نام حضرت فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ احمد رکھا جوکہ بعد میں مجدد الف ثانی کے لقب سے مشہور ہوا۔ آپ حضرت عمر فاروق کی اولاد سے ہیں اور روحانی واسطہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپکے والد ماجد نے کشف کے ذریعہ دیکھا کہ آپ کے کانوں میں حضور اکرم خود اذان و تکبیر کہہ رہے ہیں۔ جس سے آپ کی عظمت کا پتہ اسی وقت چل گیا تھا۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے چھوٹی عمر میں ہی اپنے والد مکرم کی نظر خاص سے قرآن کریم حفظ کرلیا تھا اور اس قدر قابلیت پیدا کرلی تھی کہ بڑے مشکل مسائل جلد حل کرلیا کرتے تھے۔ ان ہی دنوں کا واقعہ ہے کہ حضرت فاروقیؒ ایک مرتبہ آپ کو اپنے ساتھ دہلی لے گئے۔ اس وقت سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ خواجہ باقی باللہ فیض روحانی وباطنی جاری کئے ہوتے تھے۔ جب ان کی نظر شاگرد پر پڑی تو کمالات کی وجہ سے بھانپ لیا اور ایک معتقد کو لکھا۔ وہ ایک چراغ ہونگے۔ جس سے سارا جہاں روشن ہوجائے گا۔ اور اکثر فرماتے تھے۔ "شیخ احمد ایک آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اسکی روشنی میں گم ہوجاتیں۔"

آپ نے مولانا کمال کشمیری سے بھی درس علم حاصل کیا اور حضرت یعقوب کشمیری سے حدیث پڑھ کر وہ کمال حاصل کیا کہ سترہ برس کی عمر میں سوائے علمائے روزگار ہوگئے۔ مولانا کمال اور شیخ یعقوب کشمیری کی اجازت سے آپ نے درس و تدریس کا شغل جاری کیا اور لوگ علم کی دولت سے مستفیض ہونے لگے۔

فیضی سے ملاقات

آپ کی عمر چھوٹی تھی۔ لیکن بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ؎

بزرگی بعقل است نہ بہ سال

اسیطرح سے آپنے علم و حکمت کم سنی میں حاصل کرلی تھی اور سیالکوٹ میں پڑھنے کے باوجود آپ سے زیادہ تر آگرہ متاثر ہوا۔ کیونکہ آپ نے وہیں جاکر علم کی خدمت کی کہ لوگ ہر وقت آپکے ارد گرد فیوض و برکات حاصل کرنے میں کوشاں رہتے انہی دنوں ابوالفضل اور فیضی نے آپ کو مکان پر بلوا بھیجا۔ لیکن آپ نے جواب دیا کہ صاحب غرض خود چل کر آیا کرتے ہیں تو دونوں بھائی چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت عزت و تکریم سے اپنے گھر لے گئے۔ اس موقعہ پر فیضی قرآن کریم کی بے نقطہ تفسیر لکھ رہے تھے۔ اور ایک دن آپ کو بھی اس چیز کی دعوت دی۔ باوجود مشق نہ ہونے کے آپنے ایسی فصاحت و بلاغت سے تفسیر کا وہ مضمون لکھا کہ خوشی اور حیرت کی وجہ سے فیضی بھی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ کہتے ہیں کہ تفسیر بے نقطہ میں فیضی نے حضرت مجدد صاحب سے امداد لی ہے۔

بیعت وخلافت

بلا شبہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ آفتاب ربانی تھے اور افضل نسبا و طریقا حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور اسما حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبت تھی۔ اس نے انھیں کفر وزندقہ کے اس دور میں اعلائے کلمۃالحق اور شرکات و بدعات کے اندھیروں میں توحید کی شمع روشن کرنے کے لیے آگے بڑھایا۔ یوں تو آپنے والد ماجد سے ہی طریقت کے اسرار و رموز کی تعلیم پائی تھی۔ والد ماجد کے بعد بارادہ حج بیت اللہ گھر سے نکل کر جب دہلی پہنچے تو وہاں ایک مرد خداگاہ مولانا حسن کاشمیری سے ملاقات ہوئی جس نے آپ کو کمالات حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے آگاہ کیا تو شوق ملاقات سے مجبور ہوکر حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خواجہ صاحب نے نور ولایت سے پہچان لیا کہ یہ مہمان بڑی سعادت اور عظمت کا مالک ہے آپ نے اٹھ کر پیشانی چوم لی اور فرمایا:۔

آمد آں یارے کہ ما می خواستم

ایک دن آپ کو تنہائی میں بلاکر فرمایا بیٹا! تم پہلے ہی سے بھرپور ہو۔ تاہم تمہارا جتنا کچھ حصہ میرے پاس ہے۔ وہ بھی لیتے جاؤ۔ یہ کہہ کر سینے سے لگا لیا۔ چند دن بعد الوداع فرمایا اور ساتھ ہی خلافت بھی عطا فرمائی

تجدید دین

خلعت خلافت پاکر آپ نے تجدیدی کاموں کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے اکبری فتنہ سے مقابلہ کرنیکے لیے میدان میں آگئے۔ آگرہ میں مقربین بادشاہ کو کو بلا کر کہا:۔

"بادشاہ اللہ اور اس کے رسول کا باغی ہوگیا ہے۔ جاؤ اسے میری طرف سے کہدو کہ اس کی بادشاہی اس کی طاقت اس کی فوج سب کچھ ایک دن مٹ جانے والی ہے وہ توبہ کرکے خدا و رسول کا تابعدار بنے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا انتظار کرے۔"

جب یہ پیغام اکبر تک پہنچا تو اس نے حکومت و دولت کے نشہ میں اسے کوئی اہمیت نہ دی اور اپنی کامیابی کے اظہار کے لیے خاص دن مقرر کرکے دربار اکبری سجایا اور دوسری طرف دربار محمدی بنایا۔ دربار اکبری پوری شان و شوکت سے پر تھا۔ جب کہ دوسری طرف بارگاہ محمدی ایک ویرانے سے زیادہ نہ تھا۔ اکبر کا خیال تھا کہ میرا دین بلند و برتر رہے گا۔ چنانچہ دربار لگا۔ مصلحت شناس، زر پرست، ابوالہوس اور بندگان شکم

دربارِ اکبری میں لذّتِ کام و دہن میں مصروف ہوتے کہ اچانک بارگاہ محمدی میں حضرت شیخ احمد مجدّدِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مع معتقدین تشریف لائے اور دربارِ اکبری کی چمک ماند پڑگئی۔ درباری منتشر ہونے لگے۔ دربارِ اکبری پر ایسی فضا طاری ہوئی کہ خود اکبر بھی کچھ ایسا حواس باختہ ہوا کہ اس افراتفری میں خود بھی زخمی ہوگیا۔ گویا اس مجدّد نے اس طرح سے کفر و شرک کی آندھیوں میں توحید کی شمع روشن کی۔ اکبر کے بعد جہانگیر کا زمانہ تھا کہ آپ کے حلقہ میں ظاہر پرست عناصر شامل ہوگئے جوکہ آپ کے مخالف تھے انھوں نے شہنشاہ جہانگیر سے شکایت کی کہ سرہند کا ایک شیخ احمد اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق سے بھی افضل و برتر سمجھتا ہے جہانگیر نے حکم دیا کہ ایسے شخص کو ہمارے حضور میں پیش کرو۔ حاسدوں نے جھٹ پیادے اور سوار روانہ کردیئے اور حضرت کی حاضری سے پہلے اپکے معتقدین خاص جرنیلوں کو پایۂ تخت سے دُور دراز کے علاقوں میں بھجوادیا۔ جن میں مہابت خاں خانخاناں، خان اعظم، مفتی سید صدر جہاں اور جانجہاناں لودھی نمایاں تھے۔ ازاں بعد شیخ کو دربار میں بلواکر سجدہ شاہی کا حکم دیا مگر وہ جو توحید کا علم بلند کرنے کے لیے اٹھے تھے۔ غیراللہ کے سامنے کیسے جُھک جاتے انھوں نے برملا کہا:۔

"سوائے خدا کے کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ اے جہانگیر یہ کھلی حماقت ہوگی۔ اگر میں اپنے ہی جیسے ایک بے بس اور مجبور انسان کو سجدہ کروں"

اس کے بعد جہانگیر نے پوچھا کیا تم اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل جانتے ہو۔ آپ نے فرمایا "جب ہم حضرت علیؓ کو جو خلیفہ چہارم ہیں۔ حضرت صدیقؓ سے افضل نہیں جانتے۔ تو ہم خود کس شمار و قطار میں ہیں۔ کہ ان سے افضل ہونگے" بادشاہ نے کہا تمہارے مکتوبات کیا کہتے ہیں۔ فرمایا مکتوبات وہی کہتے ہیں جو استاد اور پیرومرشد نے بتایا ہے۔ انہیں سیروسلوک اور عروج و مقامات کا جو ذکر ہے یہ عروج صرف لحظہ بھر کا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کس طرح؟ فرمایا یہ بعینہٖ اس طرح جیسے تم کسی شخص کو اپنے نزدیک بلاکر سرگوشی کرو تو ضرور ہے کہ یہ شخص مقامات ہفت ہزاری اور پنج ہزاری وغیرہ طے کرتا ہوا آئے گا اور لحظہ بھر کی سرگوشی کے بعد پھر اپنے اصلی مقام پر واپس آجائے گا۔ عبورِ مقامات سے ہرگز نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ وہ شخص اب ہفت ہزاری وغیرہ مراتب سے بڑھ گیا ہے۔ اس سے بادشاہ کو تو تسلی ہوگئی۔ لیکن سجدہ نہ کرنے سے مخالفوں کو موقعہ مل گیا۔ تو انھوں نے خوب کان بھرے اور جہانگیر نے آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کرادیا۔

شہزادۂ خرم شیخ سے اعتقاد رکھتا تھا اس نے اپنے دو معتمدین کے ذریعے شیخ کے پاس بعض ایسی کتابیں بھیجیں۔ جنھیں، خطرۂ جاں کی بنار پر سجدۂ تعظیمی کے اباحت کا پہلو درج تھا۔ مگر توحید کے داعی شیخ نے کہا:۔

"عزیمت کا تقاضا یہ ہے کہ غیراللہ کو سجدہ نہ کیا جائے"

قلعہ گوالیار باغیوں اور مفرور فوجیوں کے لیے مخصوص تھا۔ شیخ احمدؒ کی آمد سے تمام قلعہ توحید کی دولت سے مالا مال ہوگیا۔ قیدی دھڑا دھڑ مسلمان ہوتے گئے۔ جو کمزور یقین والے تھے۔ وہ اپنے دین کی تجدید کرانے لگے۔

آپ کے معتقدین خاص جرنیلوں کو جب اس اندھیر نگری کا علم ہوا تو انھوں نے جہانگیر کے خلاف علمِ بغاوت بلند کردیا جہانگیر، ملکہ اور وزیر آصف جاہ کو گرفتار کرکے شیخ کو تخت کی پیش کش کی مگر یہ مردِ قلندر کہ جس کا مسلک درویشی تھا۔ اس پر راضی نہ ہوا۔ بلکہ اس نے لکھا:۔

"مجھے سلطنت کی ہوس نہیں میں تمہارے فتنہ و فساد کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے جو قید کی تکلیف اٹھائی وہ اور کام کے لیے ہے۔ جب وُہ کام ہوجائے۔ میں تمہاری کوشش کے بغیر ہی رہا ہوجاؤنگا۔ بہتر یہ ہے کہ تم بغاوت سے باز آجاؤ اور فوراً اپنے بادشاہ کی اطاعت قبول کرلو"

یہ خط پہنچتے ہی باغیوں کے سربراہ مہابت خاں نے جہانگیر کو تخت پر بٹھایا۔ اور سوائے سجدۂ تعظیمی کے تمام آداب بجالایا۔

دو برس آپ قیدخانہ میں رہے۔ بعد میں بادشاہ کو اس طرف خیال آیا۔ سخت نادم ہوا نہایت اعزاز کے ساتھ قلعہ سے رہا کیا اور اپنے پاس بلوایا۔ معذرت کی۔ خود مرید ہوا اور شہزادہ خرم کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی (شہزادہ خرم پہلے بیعت نہ کرسکا تھا۔ تاہم عقیدت مندوں میں ضرور شامل تھا) حضرت کی ایما سے ملک میں احکام شرعی جاری ہوتے اور آپ آٹھ سال تک بادشاہ کے ہمراہ رہے بادشاہ اپنی اس حرکت سے ہمیشہ نادم رہتا تھا اور اپنے خاتمہ بالخیر کے لیے عرض کرتا رہتا تھا۔ حضرت نے فرمایا:۔

"خاطر جمع رکھو جب تک تم کو نہ بخشوالونگا۔ جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔"

شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اصلاح و تبلیغ کا آغاز یاد فقراء سے کیا اور انہیں ایسی جماعت تیار کرلی جو اسلامی روایات کا عملی نمونہ تھے۔ اس کے بعد انھوں نے اہل علم اور سنجیدہ طبقہ کے ذہنوں میں انقلاب پیدا کیا اور علم و استدلال کی طاقت بروئے کار لاکر انھیں صحیح عقائد اسلامیہ سے روشناس کرایا۔ ازاں بعد بااختیار امراء کو جو صحیح العقیدہ تھے۔ اپنی ذمہ داریاں محسوس کرنے کی تلقین کی۔ آپ کی تعلیمات سے بکھرے ہوئے مسلمانوں میں اس مضبوطی سے شیرازہ بندی ہوئی۔ جس کو صدیوں تک کوئی قوت نہ بکھیر سکی۔ آپ کی تعلیمات سے لاکھوں کی تعداد میں ہندو راجے، مہاراجے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور ہندوستان میں اسلام پر دوبارہ بہار آئی۔ یہ اللہ کی قدرت کاملہ اور آپ کی مجددیت کی تکمیل تھی۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی نصیب ہوئی اور ان کے لیے فکر و نظر کی مزید راہیں ہموار ہو گئیں اور افکارِ اسلام کو پوری برتری اور دبدبہ حاصل ہوگیا۔

حضرت شیخ کے صحیفۂ زندگی میں صرف یہی ایک عظیم کارنامہ نہیں کہ انھوں نے اسلام کے خلاف شاہی عظیم فتنے کا سیلاب روک دیا بلکہ انھوں نے یہ بھی کیا کہ تصوف کے چشمہ صافی کو ان آلودگیوں سے پاک کیا جو فلسفیانہ اور راہبانہ گمراہیوں سے اس میں آگئی تھیں اور جاہلی رسوم کی اس شدت کے ساتھ مخالفت کی کہ عوام کے اخلاق و عقائد پر بہتر نتائج مرتب ہوئے۔

تعلیمات

آپ نے فرمایا:۔

۱۔ مسلمان پر لازم ہے۔ کہ وُہ اپنے ہر قول اور فعل کو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھے اگر وہ اللہ اور رسُول کے ارشادات کے مطابق ہوں تو صحیح اور لائق اعتماد ہیں۔ ورنہ مردود ہیں۔ نہ ان کا کوئی اعتبار ہے اور نہ ہی ان پر کوئی اجر مرتب ہوگا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وراء الوراء ہے۔ یعنی ہماری عقل و فہم و گمان و خیال کی سرحد سے پرے ہے۔ عقل و قیاس کجا۔ کسی کا کشف و الہام بھی اللہ کی کنہ ذات کو دریافت نہیں کرسکتا۔

۳۔ نجات و فلاح اخروی کا دار و مدار دل پر ہے۔ اگر دل غیر اللہ کی محبت میں گرفتار ہے تو تباہ و ابتر ہے اور ایسے شخص کا انجام بھی تباہی ہے۔

۴۔ جب تک خلوص نہ ہو۔ ظاہری اعمال کی نگاہ میں کوئی قدر وقیمت نہیں ہے۔ اللہ صرف وہ عمل قبول کرتا ہے جو خالصۃً اس کے لیے ہو۔ یعنی صرف اس کی رضا مقصود ہو۔

۵۔ دل کی سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ غیر اللہ کی محبت سے پاک ہوجائے

۶۔ اتباع سنت نبویؐ تمام سعادتوں اور نیکیوں اور بھلائیوں کی بنیاد ہے۔ اور اس طرح تمام فسادوں خرابیوں اور برائیوں کی جڑ سنت نبوی کی مخالفت ہے۔

۷۔ فقراء کے پاس جو دولت ہے۔ وہ، بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ہے۔

آپ کی تعلیمات کا زیادہ تر حصہ آپکے مکتوبات ہی سے ملتا ہے عبدالرحیم خانخاناں کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

" ناقص پیر سے طریقہ اخذ کرنا ضرر رساں ہے "

ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

" دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ افسوس ہے اس شخص کے حال پر جس نے اس دنیا میں کچھ نہ پایا اور اپنے اعمال کے تخم کو ضائع کردیا اس کو بیکار کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو اس میں سرے ہی سے کچھ بویا ہی نہ جائے اور یا اس میں خراب قسم کا بیج ڈالا جائے۔"

فرماتے ہیں کہ:۔

" شیخ کامل کی صحبت طالب حق کے لیے کبریت احمر یعنی کیمیا کا اثر رکھتی ہے اس کی نظر طالب کے لیے بمنزلہ دوا ہے اور اس کی گفتگو شفا ہے۔ حق تعالےٰ ہم کو اور تم کو شریعت محمدی پر ثابت قدم رکھے کیونکہ یہی مقصود حیات ہے۔"

ملا حاجی محمدؐ لاہوری کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں کہ " شریعت محمدی دنیا اور عقبیٰ کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے۔ اس مقصد عظمیٰ کے حصول کے لیے شریعت کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اور طریقت و حقیقت دونوں شریعت محمدی کے خادم ہیں نہ کہ امر زائد۔"

غرض اسی طرح مکتوبات مجددؒ کی ایک ایک سطر تعلیم محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لبریز ہے۔

سفر آخرت

جب آپ تجدید دین کے کام سے فارغ ہوئے تو اکثر وبیشتر خلوت میں رہنا شروع کردیا۔ عام لوگوں سے تعلقات توڑ کر مالک حقیقی کی طرف رجوع فرما لیا یہ تجدید کا تیسواں سال تھا۔ اسی سال آپ نے خطبہ عیدالاضحیٰ میں جوکہ آپ کا آخری خطاب تھا کہ اب میں " کل قیامت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ملوں گا۔ تم سب گواہ رہنا کہ میں نے فرائض کی انجام دہی میں کوئی سستی و غفلت نہیں "۔ خلوت و کنارہ کشی میں سات ماہ گزر گئے۔ دمہ کی بیماری نے زور پکڑا۔ بالآخر ماہ صفر کی ۲۹ تاریخ بدھ کے روز ۱۰۳۴ھ کو ۶۳ سال کی عمر میں یہ آفتاب عالمتاب عالم اجسام سے عالم ارواح کیطرف منتقل ہوگیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

بوقت وصال زبان پر اللہ اللہ کا ذکر جاری تھا۔ نماز جنازہ خواجہ محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو آپ کے فرزند ارجمند تھے پڑھائی اور سرہند شریف میں مدفون ہوئے جہاں پر ہرسال ۲۷، ۲۸، صفر کو آپ کی یاد تازہ کی جاتی ہے اس موقعہ پر ہرجگہ کے لوگ جوق در جوق شریک ہوتے ہیں۔

اولاد

شیخ سلطان رئیس تھانیسر کی صالح لڑکی زہرہ بی بی حرم محترم تھیں۔ ان سے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں دو لڑکیوں اور دو لڑکوں نے، دو سال سے چودہ سال تک وفات پائی۔ لڑکوں میں بعض بڑے صاحب کمال ہوئے خصوصا حضرت خواجہ محمد معصوم فرزند ثالث نے وہ نام پایا کہ اپنے وقت کے جامع علوم معقول و منقول اور قطب الوقت بلکہ قیوم ثانی مشہور ہوئے۔

تصانیف

یوں آپ نے مختلف موضوعات پر کئی کتابیں لکھیں۔ جنہیں، لاینحل مسائل کو نہایت آسان طریقہ سے بیان فرماکر ملت اسلامیہ کی رہنمائی کی۔ ان میں سے اکثر نایاب ہیں اور جو موجود ہیں وہ مسلمانوں کی بے اتفاقی کے باعث گوشۂ گمنامی میں پڑی ہیں۔ لیکن آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف آپکے مکتوبات ہیں جو آپ نے خلفا و مریدین کو لکھے۔ یہ تصنیف تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس تصنیف میں آپ نے شریعت و طریقت کے مسائل کی تحقیق فرمائی اور علم و عرفان کے سمندر بہادیئے۔ کتاب طالبان حق کے لیے رشد و ہدایت کا منبع اور مریضان عشق کے لیے چشمۂ آب حیات ہے۔

دعائے صحت

حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب امیر جمعیۃ علماء اسلام جھاوریاں ضلع سرگودھا کافی دنوں سے علیل ہیں۔ قارئین خدام الدین سے درخواست ہے کہ حضرت مولانا کی صحت کے لیے خصوصی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انھیں جلد شفائے کاملہ عطا فرمائے۔

درسِ قرآن

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب — مرتبہ: محمد عثمان غنی

(۳)

ارشاد فرمایا کہ تم جس چیز کو آج ناممکن سمجھتے ہو اور پھر تھوڑی دیر کے لئے کہتے ہو کہ الٓم تف بات سمجھ جاؤ، یہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہتے ہیں وہ ہو کر رہے گا۔ جب حضورؐ نے ہجرت کی مکہ مکرمہ سے اور غارِ ثور میں پہنچے۔ تو مکے والوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں اپنے آدمی بھیجے جن میں سُراقہ بھی تھا۔ سُراقہ گھوڑے پر سوار تھا — حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پا لیا، قریب پہنچا لیکن گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ پھر حضورؐ کی دعا سے نکلا۔ پھر چند قدم آگے بڑھا، پھر دھنس گیا۔ آخر اس بچارے کو سوائے اس کے کوئی بات نہ سمجھ آئی کہ اس نے امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) سے امان لی۔ اور اس نے کہا کہ "اللہ کے نبی! آپ مجھے امان لکھ دیں"۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی طرف سے امان لکھ کر دے دی کہ سراقہ کے لئے امان ہے — حضورؐ نے سراقہ سے فرمایا "سراقہ! تجھے مَیں ایک بشارت دیتا ہوں"۔ عرض کیا "اللہ کے نبیؐ! فرمائیے" — فرمایا "سراقہ! ایک وقت آئے گا، کسریٰ کا تاج تُو پہنے گا۔ اس کا کمربند تیری کمر میں ہو گا"۔ سراقہ نے کہا "اے اللہ کے نبیؐ! وہ کسریٰ جو فارس کا بادشاہ ہے؟ فرمایا۔"ہاں، پھر عرض کرتا ہے "اللہ کے نبیؐ! یہ کیسے ہو گا؟" فرمایا "ہو کر رہے گا"۔

اپنی حالت کیا ہے؟ تاریخ یہ کہتی ہے کہ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) جس اونٹنی پر سوار تھے وہ بھی کرائے کی تھی۔ اللہ کا وہ نبی جس کی اونٹنی بھی کرائے کی ہے سراقہ جیسے کو یہ بشارت دیتا ہے کہ اے سراقہ! ایک وقت آئے گا کہ تیرے سر پر کسریٰ کا تاج ہو گا، اسلام کی برکت سے۔ چنانچہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں —، ابوبکر صدیق رضؓ بھی تشریف لے جاتے ہیں۔ عمرِ فاروق رضؓ کا زمانہ ہے، سراقہ مسجدِ نبوی میں موجود ہے اور خسرو پرویز کا بیٹا، ولی عہدِ ایران گرفتار ہو کر حضرت عمر رضؓ کے سامنے پیش ہوتا ہے سر پر کسریٰ کا تاج اور اس کی کمر میں وہی کمربند بندھا ہوا ہے۔ مرصع، لعل و جواہر کا، بڑا وزنی — حضرت عمر رضؓ نے پوچھا۔ کیوں ولیعہدِ ایران! کیا بات ہے؟ ہم کبھی تمہیں باج دیتے تھے، جزیہ اور ٹیکس دیتے تھے۔ آج تم میرے سامنے گرفتار ہو کر آ گئے ہو۔ کیا بات ہے؟ عرب کا ملک بٹا ہوا تھا۔ کچھ حبشہ کے حوالے تھا، کچھ ایران کے حوالے تھا، کچھ یمن کے حوالے تھا۔ کیونکہ عربوں کی تو اپنی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ حیثیت دی آ کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے — اللہ مسلمانوں کو پھر وہ مقام، وہ غیرت نصیب فرمائے جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں تھی۔

حضرت عمرِ فاروق رضؓ نے پوچھا۔ ولیعہد ایران ہے، بتا، ایک وہ وقت تھا کہ ہم عرب تمہیں باج دیتے تھے، آج تُو میرے سامنے ہے

اور عمر فاروق رضؓ کی ظاہری شکل کیا ہے؟ کھدر کے کپڑے ہیں، ریت پر بیٹھا ہوا ہے، اللہ کا ولی۔ جس کے متعلق امام الانبیا (صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَكَانَ عُمَرُ اور ایرانی مملکت کا ولی عہد عمر رضؓ کے سامنے کھڑا ہے زنجیروں میں جکڑا ہوا۔ لیکن سر پر تاج اور کمر میں کمربند۔ آخر شہزادہ تھا، اسی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ حضرت عمر رضؓ نے سوال کیا کہ "بتاؤ ولی عہد! کیا بات ہے؟ — آخر ولی عہد تھا، بادشاہوں کے جواب بھی شاہی ہوتے ہیں۔ کہنے لگا "اے خلیفۃ المسلمین! بات اصل میں یہ تھی کہ جب تمہارے ساتھ خدا کی مدد نہیں تھی، تم ہمارے غلام تھے، آج تمہارے ساتھ خدا کی مدد ہے ہم تمہارے غلام ہیں"۔ چنانچہ سُراقہ بیٹھا ہوا تھا، عمر فاروق رضؓ نے فرمایا۔ "سُراقہ! یہ تاج اُتار، اپنے سر پر پہن۔ یہ کمربند کھول، اپنے ساتھ باندھ"۔ سُراقہ نے وہ تاج اپنے سر پر پہنا جس کی بشارت امام الانبیاءؐ دیتے تھے غارِ ثور میں۔ وہ بشارت آج پوری ہوتی ہے۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو فرمایا۔ وہ پورا ہوا کہ نہ ہوا؟ سراقہ اپنے سر پر تاج پہنتا ہے مسلمان کی حالت میں اور وہ زرّیں اور مرصع کمربند اپنی کمر کے ساتھ باندھتا ہے۔

مسلمان کی شان کیا ہے؟ اللہ کی رحمتیں آئیں اور خدا کی طرف جھکے۔ عمر فاروق رضؓ کہتے ہیں کہ اے سُراقہ! تُو بھی ہاتھ کھڑے کر، مَیں بھی ہاتھ کھڑے کرتا ہوں، تُو بھی خدا کی عظمت کا نعرہ بلند کر، مَیں بھی خدا کی عظمت کا نعرہ بلند کرتا ہوں، کہ سب تعریفیں اُس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم جیسے بدّوؤں کو آج ایران جیسی مملکت کا تاجدار بنایا اور تجھ جیسے بدو کو آج کسریٰ کا تاج پہنایا، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی کی برکت سے۔

تو میرے بھائیو! الٓرٰ تف میں اشارے کئے گئے ہیں کہ اے مسلمانو! تم حروفِ مقطعات پر یقین رکھتے ہو، رکھنا چاہئے۔ جس طرح تم ان کا معنیٰ نہ سمجھنے کے باوجود حروفِ مقطعات پر یقین رکھتے ہو، اسی طرح تم یقین رکھو کہ ان سورتوں میں جو آنے والے مضمون ہیں وہ اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں۔

ارشاد فرمایا۔ کِتٰبٌ — قرآن مجید ایک کتاب ہے — یہ جو کہتے

(باقی ص ۱۲ پر)

مساکین کی خبرگیری معاشرہ کا فرض ہے

"حجۃ اللہ البالغہ" کا مطالعہ ہر ایک طالب علم کے لئے لازم ہونا چاہیئے

جناب اے آر کارنیلیس، مرکزی وزیر قانون —— مترجمہ: شیخ بشیر احمد بی اے لودیانوی

جناب اے آر کارنیلیس صاحب، مرکزی وزیر قانون نے گورنمنٹ کالج جہلم میں ۲۰ مارچ ۱۹۷۰ء کو سالانہ تقسیم اسناد کے اجلاس کو جو خطاب کیا، اُسے پاکستان ٹائمز لاہور نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۷۰ء میں شائع کیا ہے۔ جناب کارنیلیس صاحب نے فرمایا کہ نئے گریجوایٹوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ انہوں نے اسناد حاصل کر کے خود اپنی اور اہل معاشرہ کی نظروں میں جو وقار حاصل کیا ہے۔ اُسے اِس امر کے شدید احساس کے ساتھ ہم آہنگ کرنا چاہئے کہ خالق اکبر نے انسانی افراد میں سے ہر ایک فرد کو انسانیت کا شرفِ عظیم عطا فرمایا ہے اور انہیں اپنی اس ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے کہ معاشرے میں سب کو برابر کے حقوق اور آزادی حاصل ہو۔

جناب وزیر قانون نے فرمایا کہ اگر نئے گریجوایٹ اس قسم کی ذہنیت کو ترقی دیں تو معاشرے میں ان کا وجود کیمیاوی طور پر عمل انگیز ثابت ہوگا۔ جس سے فخر، غرور اور خودغرضی کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ یہ باتیں قوم کی معاشرتی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ بن کر حائل ہو رہی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ معاشرہ اس وقت تک پنپ نہیں سکتا جب تک مذہب اور قانون کے ذریعے سے غیر صحت مند اور مضرت رساں پیدائشی برتری کے احساس کو ختم نہیں کیا جاتا جو معاشرے کے ایک بڑے حصے میں پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اسلامی اخوت کی روح کو اپنایا جائے تاکہ افراد کی حقیقی قابلیت اور ان کی سعی و کوشش کی جانچ کی جائے اور جو خدمات وہ سرانجام دیں، ان کے منصفانہ معاوضے کا تعین کیا جائے اور انسانیت کا احترام اس صورت میں احترام کیا جائے کہ ہم دوسروں کی ویسی قدر و منزلت کریں جو خود اپنے لئے چاہتے ہیں

انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہم گلیوں اور بازاروں میں، ٹرینوں اور بسوں میں، دکانوں میں، مدرسوں اور کالجوں میں اور کھیل کے میدانوں میں غرض جہاں کہیں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ طاقتور لوگ کمزوروں کو اور "اونچے" درجے کے لوگ "نچلے" درجے کے لوگوں کو دبانے اور مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم یہ سب کچھ دیکھتے ہیں مگر ہمارے بدن پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ہم پر اس سلسلے میں جو فرائض عائد ہوتے ہیں، ان کا جامع اور روح افزا بیان برعظیم پاک و ہند کے عظیم مفکر شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی مشہور کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں ملے گا۔ اگر اس ضخیم کتاب کا خلاصہ تیار کر کے اسے تمام طلبہ کے لئے پڑھنا لازم کر دیا جائے تو یہ پاکستان کی بہت بڑی خدمت ہوگی —— اس کتاب کی تعلیمات کے ذریعے سے جیسے کہ وہ سادہ مگر دلنشین انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ سبق سکھایا جاتا ہے کہ تعلیم حاصل ہی اس لئے کی جاتی ہے کہ تمام انسانوں کے حقوق کے احترام اور ان کی آزادی کے جذبے کو ترقی دی جائے۔ اور یہ معلوم ہو جائے کہ ہر ایک انسان مساوی احترام دانش اور ضمیر کے ساتھ وجود میں آتا ہے اور یہ کہ زکوٰۃ اور بیت المال کے نظامات سے ہر ایک مسکین اور محروم کا خوراک، لباس اور مکان حاصل کرنے کا حق ہے۔

جناب کارنیلیس صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ یہ کتاب واضح طور پر اس اصول پر بڑا زور دیتی ہے کہ معاشرے کا حق فرد پر فائق ہے فرد کے حقوق چاہے کتنے بھی بلند درجے کے کیوں نہ ہوں، معاشرے کا نظم و ضبط، مشترکہ مفاد اور بہبودِ عام افراد کے حقوق پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اس کتاب میں نجی اور مجلسی زندگی میں پاکیزگی اور صفائی پر تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں اور اس سلسلے میں گھر اور خاندان کے ناموس کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔

آخر میں انہوں نے فرمایا کہ تعلیم انسان کے اندر ایک دوسرے کی عزت کرنے کا وسیع جذبہ پیدا کرتی ہے۔ اس میں بے شمار خوبیاں پائی جاتی ہیں مگر ان سب کی روح یہ ہے کہ انسان معاشرے کی ضروریات کی خاطر ضبطِ نفس اور نیازمندی سے کام لے۔

بقیہ: درس قرآن

ہیں "نہ قلم تھی نہ دوات" —— عجیب تصورات ہیں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

قرآن تو کہتا ہے کِتٰبٌ —— یہ قرآن ایک کتاب ہے تنوین للتعظیم۔ یہ ایک بہت بڑی کتاب ہے۔ اور کتاب کی شناخت مصنف سے ہوتی ہے۔ مصنف عظیم، کتاب عظیم۔ کتاب بھیجنے والا کون ہے؟ رب العالمین اس لئے فرمایا۔ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ۔ میرے حبیبؐ! قرآن وہ کتاب ہے اَنْزَلْنٰہُ۔ جس کو ہم نے اتارا ہے۔ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ (البروج ۲۱) بڑی عزت والا قرآن، بڑی عزت والی کتاب۔ اس سے بڑھ کر کسی اور کتاب کو اتنی عزت حاصل نہیں ہے جتنی عزت قرآن مجید کو حاصل ہے۔ (باقی آئندہ)

اسلام میں توحید کا تصور

ظہورِ اسلام سے قبل پانچ تصورات کیا تھے؟

تحریر: نور محمد قریشی ایم اے، بی، ایڈ

خدا پرستی کا جذبہ انسانی فطرت کا خمیر ہے قرآن اس تصورِ توحید کے بارے میں اعلان کرتا ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا۔ خدا پرستی کا اعتقاد فطرت کے اندرونی تقاضوں کا جواب ہے میں کون ہوں اور کائنات کیا ہے؟ کا جواب عقیدہ توحید میں ملتا ہے۔ دوسری جگہ مزید وضاحت کی گئی ہے وَمَا کَانَ النَّاسُ اِلَّا اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَاخْتَلَفُوْا۔ ابتدا میں تمام انسان ایک ہی گروہ تھے یعنی الگ الگ اعتقاد کی راہوں میں بھٹکے ہوئے نہ تھے۔ پھر وہ اختلافات میں پڑ گئے۔ مادی ارتقاء کے ڈاروِنی نظریے کے زیرِ اثر جو انسان کے فکر و عمل میں رچا ہوا تھا۔ کچھ عرصہ اس نظریے نے بڑا زور پکڑا کہ جسم مادہ کی طرح عقیدہ توحید بھی فکر و ذہن کے ارتقا کا نتیجہ ہے جو عقیدہ توحید پر منتہی ہوا۔ لیکن اب جدید انکشافات اور غیر متمدن قبائل کے عقائد کی چھان بین سے یہ امر درجۂ یقین تک پہنچ گیا ہے کہ انسان کی ابتدائی عمرانی اور تمدنی تصور کی اعلیٰ ترین ہستی خدائے واحد کا اعتقاد تھا۔ گویا عقیدہ توحید اجتماعِ بشری کی قدیم ترین متاع ہے۔ اصنام پرستی اور مظاہرِ فطرت کی پرستش کے بعد تنزلی درجات ہیں۔ اسلام نے عقیدہ توحید کو دینِ فطرت اسی لئے کہا ہے کہ یہ اس کی ذہنی پیداوار نہیں بلکہ اس کی فطرت کا وجدانی احساس ہے جب فطرت انسانی کے اندرونی جذبے نے ایک بالاتر ہستی کا اعتراف اور ولولہ اپنے اندر پیدا کیا تو ذہن نے اس کا تصور آراستہ کرنے کی کوشش کی، چونکہ ذہن انسانی ذات مطلق کے تصور سے عاجز ہے۔ اس کی گرفت میں صفات آتی ہیں اور وہ بھی ایسی کہ جن کا ذہن انسانی متحمل ہو سکے۔ اسی لئے یہیں سے فطری جذبۂ خدا پرستی میں عقلی مداخلت شروع ہو کر اصنام پرستی پر منتہی ہوئی۔ قرآن نے اس وجدانی شعور میں عقل نارسا کی کم مائیگی کے پیشِ نظر اپنے مطالب کو دو قسموں میں تقسیم کر دیا۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْہُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِھٰتٌ۔ اوّل محکمات جس کا تعلق ہماری زندگی سے ہے اور ایک سے زیادہ معانی کا اس میں احتمال نہیں — دوسری متشابہات جن کے مختلف معانی لئے جا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں عقل فرومایہ کی مداخلت نے عقیدۂ توحید کے اصلی خد و خال مسخ کر دئے۔ کہیں تو تشبیہ و تجسم کی رنگ آمیزیوں نے خدائے واحد کو اپنی خواہشات کے مطابق اجسام و اصنام میں مقید کیا اور کہیں تنزیہہ کا ایسا تصور دیا جو بالکلیہ کسی طرح بھی فہم و ادراک میں نہیں آ سکتا تھا۔

پانچ تصورات

ظہورِ اسلام کے وقت پانچ بڑے تصورات ذہن انسانی پر محیط تھے۔ ۱۔ چینی ۲۔ ہندی ۳۔ مجوسی ۴۔ یہودی اور (۵) مسیحی۔ چینیوں کا خدا اگرچہ صفات جمال و جلال کا مظہر تھا۔ لیکن وہ مادی اشیاء جو ان صفات کو ظاہر کرتی تھیں قابلِ احترام بن گئی تھیں۔ مُردوں کی روحیں بھی

تدبیر و تصرف میں شریکِ الوہیت قرار دی گئیں اور ان کی پرستش ہونے لگی۔ مجوسی عقیدہ الوہیت کی بنیاد ثنویت پر تھی۔ خالقِ خیر یزداں اور خالقِ شر اہرمن اپنے اپنے دوائر میں آزاد تھے۔ گویا الوہیت تقسیم ہو گئی تھی۔ ہندی عقیدۂ توحید دو متضاد تصورات کا مجموعہ تھا۔ ایک طرف تو توحید خالص کا ایسا تصور جو بارِ صفات کا متحمل نہ ہو سکے اور عوام کی فطری دسترس سے باہر ہو۔ دوسری طرف مادی اجسام و اصنام کے ذریعے خدا کا تصور جو ہر شخص کی ذہنی استعداد و رجحان کے مطابق کہیں تو رحمت و شفقت بن کر آیا اور کہیں قہر و غضب کے روپ میں جلوہ گر ہوا۔ نتیجۃً آہستہ آہستہ ایک خدا کا تصور بہت سے خداؤں میں بٹ گیا۔ تجسم و تشبیہ کی انتہا حلول تک ہو گئی۔ خدا انسانی روپ میں بھی آنے لگا۔ دیوی، دیوتا شریکِ الوہیت قرار پائے۔ تنزیہہ اس حد تک بڑھی کہ اس نے نفی اور تعطل کی صورت اختیار کر لی اور فکرِ انسانی کو تصور قائم کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی یہودی تصورِ الوہیت پہلے تو ایک نسلی خدا کی صورت میں رہا جس کے چہیتے صرف اسرائیلی تھے۔ بعد میں وہ قومی خدا بنا۔ اگرچہ یہودیت تشبیہ و تنزیہہ کے درمیانی درجہ میں تھی۔ لیکن مذہبی تمثیلات نے مجاز کا ایسا روپ دھارا کہ یہود خدا کے پیارے اور اس کے بیٹے بن گئے۔ قرآن نے یہود کے اس عقیدے کے بارے میں کہا۔ وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ وَالنَّصٰرٰی نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ۔ یہود اور نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے دوست ہیں — دوسری جگہ ہے کہ وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ۔ یہود کہتے ہیں کہ "عزیر" اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ "مسیح" اللہ کا بیٹا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تصورات توحید سے کوئی مماثلت نہیں رکھتے۔ دینِ مسیح میں تصورِ الوہیت نے اقانیم ثلاثہ یعنی تین خداؤں کی صورت اختیار کر لی۔

آسمانی مذاہب میں یہ تمام خرابیاں تمثیل و تشبیہ سے پیدا ہوئیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی رحمتِ الٰہی کا تصور پیدا کرنا چاہا تو باپ کی تشبیہ سے کام لیا۔ جس سے بعد والوں نے ٹھوکر کھائی اور اِبنیت کا عقیدہ پیدا ہوا۔ ان تمام تصورات کے مطالعہ کے بعد جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو فکر و تصور کی نئی دنیا سامنے آ جاتی ہے۔ تشبیہ کے تمام پردے اُٹھ جاتے ہیں اور انسانی اوصاف و جذبات کی مشابہت مفقود ہو جاتی ہے ہر گوشے میں مجاز کی جگہ حقیقت نمایاں نظر آتی ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔ تم کسی چیز سے اس کو مشابہ نہیں ٹھہرا سکتے۔ انسان کی نگاہیں اسے نہیں پا سکتیں لیکن وہ ان کی نگاہوں کو دیکھ رہا ہے۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔ وہ احد ہے بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ غیر صفاتی تصور محض نفی اور سلب ہوتا ہے۔ وہ فلسفیانہ تصور تو دے سکتا ہے لیکن دلوں کو مطمئن اور سرگرم عقیدہ نہیں بنا سکتا۔ اسلام جس طرح تنزیہہ کو درجۂ کمال تک پہنچاتا ہے۔ اسی طرح تعطل و نفی صفات سے بھی بچاتا ہے وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ۔ اللہ کے لئے حسن و خوبی کی صفتیں ہیں۔ ان صفات سے اس کو پکارو اور جن لوگوں کا شیوہ یہ ہے کہ اس کی صفتوں میں کج اندیشیاں کرتے ہیں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ زندہ ہے، وہ قیوم ہے رحمت کرنے والا، سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ چونکہ صفات ہی نے دیگر مذاہب میں تجسم و تشبیہ کی صورت اختیار کر لی تھی، اس لئے توحید ذات کے ساتھ قرآن نے توحید فی الصفات کا بھی ایسا نقشہ کھینچا کہ شرک کی تمام راہیں بند ہو گئیں۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں تلقین کی گئی کہ ہر طرح کی بندگی اور نیازمندی کا صرف وہی اللہ حقدار ہے، وہی سب کی پکار سننے والا اور مرادیں بر لانے والا ہے — تمام عبادت گذارانہ اور نیازمندانہ افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ براہ راست ہر انسان کی پکار سنتا ہے۔ قرآن پاک میں جا بجا شرک فی الصفات کی نفی ملتی ہے۔ اس میں سب سے اہم مسئلہ مقام نبوت کی حد بندیوں کا تھا جس سے شخصیت پرستی وجود میں آتی ہے۔ دیگر امتوں نے یہیں ٹھوکر کھائی ہے۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ نے اس کی بھی تجدید کر دی تاکہ پیغمبر اسلام کی عبدیت اور رسالت کا اعتقاد اسلام کی اساس بن جائے اور عبدیت کو معبودیت کے مقام پر آنے کا موقعہ نہ ملے۔

بقیہ: مجلس ذکر

کٹیا میں جنم سے بلوغت تک رہے۔ دونوں باتیں مان لی گئیں۔ چنانچہ اللہ نے اکبر کو بیٹا عطا فرمایا۔ جس کا نام سلیم الدین رکھا گیا۔ بعد میں اس کا نام شیخو پڑا اور پھر جہانگیر ہو گیا۔ عدلِ جہانگیری دنیا میں ضرب المثل بن گیا۔ ہمہ وقت مظلوموں کے لئے گھنٹی لگی ہوئی تھی کہ کوئی بھی آ کر فریاد کر سکتا تھا، شہنشاہِ ہند کو انصاف کے لئے پکار سکتا تھا۔ یہ اللہ کے نیک بندے کی تربیت کا نتیجہ تھا۔

دُعا دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں عدلِ اسلامی کو اور اخلاقِ نبوی کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ ہم پر، آپ پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں اپنی اپنی حیثیت اپنے اپنے دوائر میں بہ احسن طریق انجام دینے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ سب سے زیادہ میری تمنا یہ ہے کہ حکمرانوں کو اسلامی عدل و انصاف کی طرح ڈالنے کی توفیق سے مشرّف فرمائیں۔ آمین۔

بقیہ: اداریہ

اپنے اپنے نظریات پُرامن طریق سے پیش کرنے کی اجازت ہے، لیکن اگر وہ تشدّد کا راستہ اختیار کریں گے تو پاکستانی کے جرأت مند اور جفاکش عوام انہیں من مانی کارروائیوں کی ہرگز اجازت نہ دیں گے۔

ارباب حکومت کا فرض ہے کہ وہ تمام ملک دشمن اور امن سوز سرگرمیوں اور تشدد آمیز کارروائیوں کو روزِ اوّل ہی سختی کے ساتھ کچل دیں تاکہ لوگ ملک کی پُرامن فضا میں سانس لے سکیں اور تشدد آمیز دھمکیوں سے گھٹن اور تلخی کی جو فضا پیدا ہو گئی ہے اس کا بر وقت خاتمہ کیا جا سکے۔

جانشین شیخ التفسیر رحمہ حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی کا

پروگرام

۱۷ اپریل بروز جمعہ بذریعہ کراچی ایکسپریس ۱۰ بجے رات روانگی برائے روہڑی۔ روہڑی سے امروٹ شریف۔

۱۹ اپریل کو امروٹ شریف قیام فرمائیں گے۔

۲۰ اپریل کو جہونگل تشریف لے جائیں گے

(حاجی بشیر احمد)

مولانا لقمان پر پابندی کے خلاف احتجاج

جمعیۃ علماء اسلام کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے اپنے ایک احتجاجی بیان میں کہا ہے کہ مولانا محمد لقمان صاحب ملک کے مشہور عالم دین ہیں اور اپنے علاقہ میں زبردست عظمت و اہمیت کے حامل ہیں۔ مجھے یہ معلوم کر کے نہایت افسوس ہوا کہ ضلع مظفر گڑھ کے ڈپٹی کمشنر صاحب نے ان پر تقریر کرنے کی پابندی لگا دی ہے۔ اس موقع پر جبکہ ملک جمہوریت کی طرف بڑھ رہا ہے اعلیٰ شہرت کے عالم دین پر پابندی عائد کرنا جمہوریت کی رفتار کو روکنے کی کوشش کرنا ہے اور ڈپٹی صاحب کا یہ حکم ضلع مظفر گڑھ کے عوام میں مایوسی و اضطراب کا باعث بن گیا ہے۔ یہ حکم سراسر جانبدارانہ ہے۔ چونکہ مولانا لقمان صاحب جمعیۃ علماء اسلام کے ایک فعال رکن ہیں ان پر پابندی کا مطلب ضلع مظفر گڑھ میں جمعیۃ علماء اسلام کے کام کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔ میں ڈپٹی صاحب کے اس حکم کے خلاف سخت احتجاج کرتا ہوں اور مطالبہ کرتا ہوں کہ مولانا لقمان پر سے یہ پابندی فوراً دور کی جائے۔

★

آزادیٔ کشمیر کی تحریک المجاہد

قسط نمبر ۲

سردار عبدالقیوم خاں صدر جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا

بھارت کی کشمیر پالیسی اس تصویر کا سب سے زیادہ دردناک پہلو بھارت کی کشمیر پالیسی ہے۔ جس کو ہم تماشائی کی طرح نہ معلوم کب تک دیکھا کریں گے۔ یہ پالیسی بھی کسی وضاحت کی محتاج نہیں۔ بھارتی حکومت ہر طرح سے اس کوشش میں ہے کہ کشمیری مسلمانوں کی تہذیب، تمدن، ثقافت اور روایات کو برباد کر دیا جائے۔ ان پر مختلف انداز سے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جائیں۔ جس سے یا تو وہ صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں یا ۱۹۴۷ء اور ۱۹۶۵ء کے مہاجرین کی طرح کشمیر چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں اور پھر جن سنگھی غنڈوں کو لا کر وہاں آباد کیا جائے۔ استصواب رائے کے دھوکہ میں ہم بائیس سال سے اس خونیں ڈرامے کو محدود پیمانے پر کھیلتا ہؤا دیکھ رہے ہیں جیسے کوئی کسی کو دھیرے دھیرے زہر دے رہا ہو۔ لیکن آخر کب تک اس طرح اپنی موت کا انتظار کرتے رہیں گے۔

پاکستان کی مساعی اور ناقابلِ رشک پوزیشن پاکستان کی حکومتوں نے اپنی بساط کے مطابق جو کچھ ان سے ہو سکا حتی المقدور کوشش کی کہ اس مسئلہ کا جیسا ویسا بھی حل ممکن ہو پُر امن طریق سے طے پا جائے۔ حتےٰ کہ بعض انتہائی ناقابلِ قبول اور زہرِ ہلاہل کے مترادف حل بھی تلاش کئے گئے۔ مگر بھارت ان پر بھی آمادہ نہ ہؤا۔ وجہ ظاہر ہے کہ کشمیر کا مسئلہ تو تب حل ہو سکتا ہے کہ بھارت اپنے توسیعی عزائم اور اکھنڈ بھارت کے ناپاک منصوبے سے دست کش ہو جائے لیکن وہ تو ایک سیکولر حکومت کے پردہ و فریب میں بدستور مخصوص جن سنگھی ذہنیت سے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اس لئے اب کوئی ایسی بات باقی نہیں رہی ہے جو حکومت پاکستان کر سکتی ہو کہ وہ اس مسئلہ کو حل کرنے یا کروانے میں کیا مؤثر اقدامات کر سکتی ہے؟ پاکستان کی پوزیشن مختصراً یہ بنا دی گئی ہے کہ وہ کشمیریوں کے سامنے مسئلہ کشمیر کے حل کا محض اس غرض کے لئے ذمہ دار رہے کہ وہ جنگ بندی لائن کا تحفظ کر سکے اور یہ تحفظ مقبوضہ کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ تسلط کی ضمانت دیتے ہوئے عملی طور پر گویا اس تسلط کا ممدو معاون ثابت ہو۔ اگر کوئی زندہ رہنے کی نقل و حرکت اس ضمن میں ہو بھی جائے تو بعض بڑی طاقتوں کی انگیخت سے پاکستان پر بھارتی حملہ کرا دیا جائے۔ اندریں حالات حکومتِ پاکستان کا فرض اب صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ حدِ متارکہ جنگ کی مستقل طور پر نگہداشت کرے جس کا دوٹوک مفہوم یہ ہے کہ نہ خود کچھ کر سکے اور نہ کشمیریوں کو کچھ کرنے دے۔ یہ مضحکہ خیز صورت حال یقیناً اب دیر تک قبول نہیں کی جا سکتی اور اس کو جتنی دیر قائم رکھا جائے گا اس کے نتائج اس ملت کے لئے مہلک ہوں گے۔

متارکہ جنگ کے اُس پار مقبوضہ کشمیر کے داخلی حالات روز بروز بگڑتے جا رہے ہیں۔ مسلسل بائیس سال کی جدوجہد اور بڑی طاقتوں کی بدعہدی اور منافقت کی وجہ سے مایوسیوں کا اپنا ایک ردعمل ہو رہا ہے۔ البتہ یہ ایک نیک فال ہے کہ کشمیری نوجوان بھارت کے تمام اندازوں کے خلاف اسلام اور پاکستان کے نام پر گھروں سے باہر نکل رہا ہے۔ ادھر بھارتی درندے وحشیوں کی طرح ان کے قتل کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ ایسے میں دو ہی صورتیں ہیں کہ ہم اس طرف بیٹھ کر ان کے قتلِ عام اور مصائب کا تماشا دیکھیں اور بھارت کے ساتھ محبت اور ہمسائیگی کی پینگیں بڑھاتے رہیں یا حکومت پاکستان حدِ متارکہ کے اس طرف رہنے والے کشمیری مسلمانوں کا راستہ نہ روکے تاکہ وہ اپنے بھائیوں کی مصیبت کے آڑے آئیں اور ان کے شانہ بشانہ اسلام اور کفر کی اس آخری قربان گاہ پر چڑھنے کے لئے سینہ سپر ہو جائیں۔

گزشتہ بائیس سال کی مسلسل مایوسیوں اور نوکر شاہی کے بے رحم طرزِ عمل نے اس طرف بھی ایک خاص ردعمل پیدا کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں اندرونِ ملک بعض خطرناک تحریکیں چل نکلی ہیں جن کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہم اپنے ہی گھر کو آگ لگا بیٹھیں۔ باہمی سر پھٹول میں اُلجھے رہیں اور منزلِ مقصود کا کسی کو دھیان نہ رہے یہاں مجھے اپنے ان کشمیری بھائیوں سے بھی کچھ کہنا ہے۔ جو سیاسیات میں ہم سے جلی یا خفی اختلاف رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہماری قوم میں چند عاقبت نااندیش ایسے بھی ہوں جو سرے سے کشمیر کی آزادی کے مخالف ہوں اور درپردہ بھارت کے مفادات کے لئے مصروفِ کار ہوں لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اکثریت کشمیر کی آزادی اور پاکستان سے اس کے الحاق کی دل و جان سے حامی ہے۔ کچھ بھی ہو آزادی کی منزل تک ہم سب اکٹھے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد اجتماعی طور پر جو بھی فیصلہ کریں اسے قبول کیا جا سکتا ہے اور اس وقت اپنے اپنے خیال کے مطابق ہر کوئی بقدر استطاعت ہاتھ پاؤں مار سکتا ہے لیکن اگر حصولِ آزادی کی منزل کو قریب لانے میں کوئی اختلاف نہیں تو پھر طریق کار اور راستوں کے اختلاف کی بناء پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے راضی برضا ہو کر بیٹھے رہنا کم از کم اس قوم کے شایانِ شان ہرگز نہیں۔ جس نے ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کے شہداء، نومبر ۱۹۴۷ء کے معصوم جاں نثاران اور ۱۹۶۵ء کے عظیم سرفروش پیدا کئے۔ آزادی کی جنگ کسی کی اجارہ داری اور میراث نہیں۔ وطن کا ہر دردمند اس کا بے لوث اور مخلص سپاہی بن سکتا ہے لہٰذا تمام جزوی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر مکتب فکر کے کشمیری بھائی کو اس تحریک میں شانہ بشانہ حصہ لینے کے متعلق غور کرنا چاہیئے۔ یہ بات بھی چنداں قابلِ اعتراض نہیں ہونی چاہیئے کہ المجاہد کا اعلان چونکہ مسلم کانفرنس کے سٹیج سے ہوا ہے لہٰذا اس کی مخالفت ضروری ہے۔ مسلم کانفرنس ہی جماعت ہے کہ بڑے سے بڑا مخالف بھی کسی نہ کسی صورت میں اپنے خونِ جگر سے اس کی آبیاری کر چکا ہے تاہم یہ قومی معاملہ ہے۔ جماعت کا کوئی ذاتی کام نہیں نہ اس سے کسی طرح کا کوئی مفاد وابستہ ہے

مولانا حاجی غلام حسین کا سانحہ ارتحال

سجدہ کی حالت میں روح پرواز کر گئی !

ممتاز عالم دین مولانا حاجی غلام حسین صاحب جامع مسجد صدر دین گڑھی شاہو لاہور مورخہ ۱۳ مارچ ۷۰ء بروز جمعۃ المبارک انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کی موت کے واقعات اس طرح بیان کئے جاتے ہیں کہ آپ نے جمعہ کے روز حجامت بنوائی۔ مسواک کر کے غسل کیا اور کپڑے تبدیل کئے۔ جمعہ کی نماز کا خطبہ دیا۔ خطبہ کے بعد آپ نے امامت سے معذرت چاہی اور ایک اور صاحب کو نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ حسب معمول کھڑے ہو گئے اور تمام نمازیوں کی طرف رُخ کر کے اُن کو دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرا جی نمازیوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ ابھی مسجد میں قرآن مجید پڑھنے والا ایک بچہ اور ایک اور نمازی موجود تھے۔ آپ اللہ کے دربار میں سجدے میں گر پڑے اور اپنی جان اسی سجدے میں مالکِ حقیقی کے سپرد کر دی۔ جب آپ کے سجدہ نے طول پکڑا تو اُسی بچے کو شبہ ہوا اس نے اپنے والد کو بتایا۔ انہوں نے آپ کے ڈاکٹر بیٹے کو بلایا مگر بے سود۔ دوسرے روز تجہیز و تکفین کی گئی۔

مرحوم شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کے خاص معتمد تھے آپ کافی عرصہ سے اس مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے تھے اور چھوٹا سا مدرسہ کھول رکھا تھا آپ یہ سب کام فی سبیل اللہ کر رہے تھے۔ کبھی کسی سے کچھ نہ لیا۔

سنتِ رسولؐ کے مطابق عمل فرماتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ بعد از مرگ آپ کی تجہیز و تکفین بھی سنتِ رسولؐ کے مطابق کی گئی۔

آپ ہر روز صبح کے وقت درس قرآن حکیم دیا کرتے تھے۔ آپ سے مستفید شدگان تبلیغی کاموں میں نمایاں طور پر حصہ لے رہے ہیں۔ اور آپ خود بھی تبلیغی جماعت کے ساتھ کئی کئی ماہ رہتے تھے۔

خط و کتابت

کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔

موضع بھین میں دو روزہ سنّی کانفرنس

۳۱ مارچ و یکم اپریل ۷۰ء کو موضع بھین تحصیل چکوال میں دو روزہ عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ملک کے متعدد علماء کرام تشریف لائے اور خدام اہلسنت کے سٹیج سے عوام کی عظیم اکثریت سے خطاب فرمایا۔ بھین کی تاریخ میں اتنا بڑا اجتماع کبھی نہیں ہوا تھا قریباً ۴۰ قصبات کے لوگ دو روز کے لیے اپنے تمام مشاغل ترک کر کے جلسہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ فی الحقیقت یہ عظیم مسلکی بیداری اور علماء حق کی آواز پر والہانہ لبیک کہنے کا جذبہ پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کی انتھک شبانہ روز مساعی جمیلہ کا ثمرہ تھا۔

مفکر اسلام حضرت علامہ خالد محمود صاحب کی تقریر سے عوام و خواص مسرور ہوئے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے امیدوار جو کہ ایم اے پاس اور نہایت دیندار آدمی ہیں انہوں نے بھی خطاب فرمایا اور عوام نے بار بار ہاتھ اٹھا کر جمعیۃ علماء اسلام کو کامیاب کرانے کا وعدہ کیا۔——

کانفرنس میں مولانا عبدالقیوم صاحب گوجرانوالہ۔ مولانا سید منظور احمد صاحب کبروڑ پکا، مولانا سید علی شاہ صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ، مولانا عبدالرحمٰن صاحب، حضرت مولانا نذیر اللہ خاں صاحب، مولانا حافظ خالد محمود صاحب، حافظ مولانا محمد طیب صاحب و دیگر علماء نے شرکت فرمائی اور اکثر نے خطاب فرمایا۔ آخر میں حضرت قاضی صاحب مدظلہم کے ارشاد پر ۳۵ دیہات و قصبات کے نمائندہ افراد پر مشتمل میٹنگ ہوئی۔ جس میں جمعیۃ علماء اسلام کے نمائندہ کو انتخابات میں کامیاب کرانے کی تدابیر پر غور و خوض کیا گیا۔

دعائے مغفرت

عزیزم عبدالحمید قریشی کے والد محترم عبدالمجید صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔ مرحوم نہایت نیک سیرت اور پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ قارئین کرام سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

درخواست

مضمون نگار حضرات سے التماس ہے کہ وہ مضمون کاغذ کے ایک طرف اور خوشخط لکھ کر بھیجا کریں۔ ورنہ مضمون شامل اشاعت نہ ہو سکے گا۔ (مینجر)

بچوں کا صفحہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ

محمد قاسم امجد کالونی ڈیرہ غازیخاں

حضرت عمرؓ جن کے پاک نام پر آج مسلمانوں کو فخر ہے اور جن کے جوشِ ایمانی سے آج تیرہ سو برس بعد تک کافروں کے دِل میں خوف ہے۔ اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کے مقابلہ اور تکلیف پہنچانے میں بھی ممتاز تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے رہتے تھے۔ ایک روز کفار نے مشورہ کمیٹی قائم کی کہ کوئی ہے۔ جو محمدؐ کو قتل کردے۔ عمرؓ نے کہا کہ میں کرونگا۔ لوگوں نے کہا بے شک تم ہی کرسکتے ہو۔ عمرؓ تلوار اُٹھائے ہوئے اٹھے اور چل دیئے۔ اسی فکر میں جا رہے تھے۔ کہ ایک صاحب قبیلہ زہرہ کے جنکا نام حضرت سعد بن الجاد و قاص تھا، اور بعضوں نے اور لکھے ہیں۔ ملے۔ انھوں نے پوچھا کہ عمر کہاں جارہے ہو؟ کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کی فکر میں ہوں۔ (نعوذ باللہ) سعد نے کہا کہ بنوہاشم اور بنوزہرہ اور بنو عبدالمناف سے کیسے مطمئن ہوگئے وہ تم کو بدلہ میں قتل کردینگے۔ اس جواب پر بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے۔ تو بھی بے دین یعنی مسلمان ہوگیا ہے؟ لا پہلے تجھی کو نمٹا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور سعد نے بھی یہ کہہ کر کہ ہاں مسلمان ہوگیا ہوں تلوار سنبھالی۔ دونوں طرف تلوار چلنے کو تھی۔ کہ حضرت سعد نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے تیری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے یہ سُننا تھا کہ عمرؓ غصے سے بھر گئے اور سیدھے بہن کے گھر گئے وہاں حضرت خبابؓ کواڑ بند کئے ہوئے میاں بیوی کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کواڑ کھٹکھٹائے ان کی آواز سے حضرت خبابؓ جلدی سے اندر چھپ گئے اور وہ اوراق بھی جلدی میں باہر ہی رہ گئے۔ جس پر آیاتِ قرآنی لکھی ہوئی تھیں۔ ہمشیرہ نے کواڑ کھولے — حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ جس کو بہن کے سر پر مارا۔ جس سے سر سے خون بہنے لگا۔ اور کہا کہ اپنی جان کی دشمن کیا تو بھی بے دین ہوگئی ہے؟ اس کے بعد اندر آئے پوچھا کہ کیا کر رہے تھے۔ یہ آواز کس کی تھی بہنوئی نے کہا کہ ہم بات چیت کر رہے تھے حضرت عمرؓ نے کہا میں سُن چکا ہوں۔ جو کچھ تم پڑھ رہے تھے۔ مجھے بھی پڑھ کر سُناؤ آپ کی بہن نے پڑھ کر سنایا۔ قرآن کا سننا تھا کہ آپ پر رقت طاری ہوگئی — کہنے لگے یہ تو بڑا اچھا کلام ہے۔ مجھے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو۔ بہن اور بہنوئی آپکو لے کر نبی کریمؐ کے پاس لے گئے۔ آپؐ کو دیکھنا تھا کہ حضرت عمرؓ نے کلمہ پڑھ لیا۔ حضرت رسولِ اکرمؐ آپکے ایمان لانے سے بہت خوش ہوئے اور آپ کے حق میں دُعا فرمائی۔

دینِ حق کے پاسباں اُٹھ ہوش کر

مرزا شبیر بیگ ساجد راہوالی

ہوش کر اے مسلماں اٹھ ہوش کر — عزم و ہمت کے نشاں اٹھ ہوش کر
تیری منزل ہے کدھر غفلت شعار — تو بھٹکتا ہے کہاں اٹھ ہوش کر
پستیوں سے جی لگا بیٹھا ہے تُو — عرش تیرا آشیاں اٹھ ہوش کر
تیری جانب اٹھ رہی ہیں اُنگلیاں — تجھ پر خنداں ہے جہاں اٹھ ہوش کر
زندگی کیا ہے! مسلسل کشمکش — امتحاں در امتحاں، اٹھ ہوش کر
مسجدِ اقصیٰ سے اٹھتا ہے دُھواں — دینِ حق کے پاسباں اٹھ ہوش کر
خطۂ کشمیر ہے آتش بجاں — جل رہی ہیں وادیاں اٹھ ہوش کر
کفر ہے پھر خندہ زن میدان میں — سو رہا ہے تو کہاں اٹھ ہوش کر
منتظر ارضِ فلسطیں ہے تری — قبلہ گاہ قدسیاں اٹھ ہوش کر
ہے صلاح الدین ایوبی کی رُوح — آج پھر آتش بجاں اٹھ ہوش کر
مٹ رہے ہیں بزمِ کائنات سے — تیری عظمت کے نشاں اٹھ ہوش کر
کب تلک سویا رہے گا بے خبر — تا بہ کے خوابِ گراں اٹھ ہوش کر
تک رہے ہیں پھر تجھے بدر و حنین — لے کے شمشیر و سناں اٹھ ہوش کر
مردِ مومن بازوئے شبیرؓ کی — تجھ میں قوت ہے نہاں اٹھ ہوش کر

پھونک دیتی تھیں جو ساجد کفر کو
کیا ہوئیں وہ بجلیاں اٹھ ہوش کر

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون
نمبر ۶۷۵۴۵

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	۱۱ — ۰۰
〃 〃 ششماہی	۶ — ۰۰
〃 〃 سہ ماہی	۳ — ۰۰
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ	۴۲ — ۰۰
〃 〃 بحری جہاز	۱۵ — ۰۰
〃 〃 ہوائی ڈاک ششماہی	۲۱ — ۰۰
〃 〃 بحری	۱۱ — ۰۰
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۳ — ۴۰
〃 〃 بحری	۲۲ — ۸۰

انڈیا کے خریدار اپنا چندہ مینجر ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ کو ارسال کرکے ڈاکخانہ کی رسید ہمیں ارسال کر دیں (مینجر)

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔

منظور شدہ: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ تین مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷ - ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء،
محکمۂ تعلیم: (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶۷/۹/۳۹ - ۲ - ۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۲ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM/۳۰ - ۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷